جو احباب احقر سے لوجہ اللہ محبت کرتے ہیں یا احقر سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں ان کے لئے چند مفید مضامین جن میں ''تصوّف'' کا تعارف اور اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور احقر کے سلسلۂ تصوّف اور اکابر و اساتذہ کے بارے میں معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔

از

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث و مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر
مکتبہ معارف السنہ
ڈاک خانہ جامعہ دارالعلوم کراچی ۷۵۱۸۰

(۱)

تصوُّف کی حقیقت

اور اُس کا طریقِ کار

تصوُّف اور اس کی شرعی حیثیت ، سلاسل، اذکار، اَوراد اور دیگر اصطلاحات ، تصوُّف کی حقیقت ، عہدِ جدید میں ہر مسلمان کیلئے تصوُّف کی اہمیت پر ایک مستند اور جامع تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

زیرِنظر رسالہ درحقیقت جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء میں موصول ہونے والے دومکاتیب کا جواب ہے۔ یہ دونوں جواب بحمداللہ مخدومی و مشفقی حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی کی نظر سے گزرے اور انہوں نے دُعائیہ کلمات کے ساتھ تصدیقی دستخط بھی ثبت فرمائے۔ان میں سے پہلا جواب اُنہی کے حُکم پر ''البلاغ'' میں بھی شائع ہوا اور بحمدہ تعالیٰ پسند کیا گیا۔

چونکہ ''تصوّف'' کا مسئلہ بھی بعض دیگر مسائل کی طرح افراط وتفریط کا شکار ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ یہ جواب مختصر کتابچہ کی صورت میں علیحدہ بھی شائع کردیئے جائیں تاکہ تصوّف کی حقیقت اور اس کے حصول کا صحیح طریقہ واضح رہے اور اگر کوئی صاحب ایک نشست میں اسے سمجھنا چاہیں تو اُن کے لئے آسانی ہو۔

رسالہ کی اشاعت کے وقت حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرّہٗ کے چند قیمتی ملفوظات بھی شامل کردیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کو پڑھنے والوں کے لئے نافع اور احقر کے لئے نجات کا ذریعہ بنادیں۔ وماذلک علی اللہ بعزیز

احقر محمود اشرف غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوُّف کی حقیقت اور اُس کا طریقِ کار

سوال

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج کل مَیں روحانی سکون اور تزکیۂ نفس کے لئے کسی سلسلۂ ذکر سے منسلک ہونے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ چند باتوں کی وضاحت درکار ہے، امید ہے کہ آپ راہنمائی فرمائیں گے۔

۱......تصوُّف کے مختلف سلسلوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۲......کیا اِن سلسلوں میں جو مخصوص اذکار مخصوص طریقوں سے کرائے جاتے ہیں وہ سُنّت سے بھی ثابت ہیں؟ یا بدعت ہیں؟

۳......قرآن وسنّت سے تزکیۂ نفس کا کون سا طریقہ ثابت ہے؟ کیا زمانوں کی تبدیلی سے تزکیۂ نفس کے طریقہ میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے؟

۴......(الف) .... کے سلسلہ میں سانس کے ذریعے ذکر اللہ کرایا جاتا ہے۔

(ب) یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے فوت شدہ بزرگوں سے ملاقات کرانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

(ج) کیا اس سلسلۂ ذکر میں شامل ہونا چاہیئے؟

۵...... کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ روحانیت سے متعلق اسلامی اور غیر اسلامی سلسلوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ صرف ارتکازِ توجہ کا کمال ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لئے کوئی طریقہ بھی اپنایا جاسکتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جوابی لفافہ ارسال کر رہا ہوں اُمید ہے جلد جواب مرحمت فرمائیں گے۔

والسلام

جواب

محترم ومکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ موصول ہوا۔ تصوّف اور تزکیۂ نفس کے بارے میں آپ کے سوالات نظر سے گُزرے۔ ان سوالات کا جواب سمجھنے کے لئے تصوّف اور تزکیۂ نفس سے متعلق بعض بنیادی امور کا سمجھنا ضروری ہے اس لئے تصوّف کی حقیقت سے متعلق اوّلاً تمہید تحریر کی جاتی ہے جس کے بعد آپ کے سوالات کا جواب علیحدہ علیحدہ پیش کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ سمجھانے اور سمجھنے میں اخلاص نصیب فرمائے۔ آمین!

اوّلاً یہ سمجھنا چاہئے کہ پورے دین کا مقصود نجات کاملہ اور قربِ خداوندی ہے۔ یعنی آخرت میں بلاحساب وکتاب جنّت میں داخل ہو جائے[۱] اور دُنیا اور جنّت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا زیادہ سے زیادہ قرب ودیدار نصیب ہو۔[۲]

---

(۱) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (۱۸۵)

''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو تمہاری پوری پاداش قیامت ہی کے روز ملے گی، تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا اور دُنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں مگر صرف دھوکے کا سودا ہے۔''

(۲) واسجد واقترب: ''نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔'' (العلق:۱۹)

اس کے لئے ضروری ہے کہ پورے دین پر عمل کیا جائے اور کامل دِین دار بنا جائے۔شریعت کے تمام احکام کو تسلیم کیا جائے اور اُن پر دِل و جان سے عمل کیا جائے چاہے شریعت کے وہ احکام انسان کے ظاہر سے متعلق ہوں یا انسان کے باطن سے متعلق ہوں۔دونوں قسم کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔اس کے بغیر نجاتِ کاملہ اورقربِ خداوندی کی امید رکھنا بے کار ہے۔(۱)

دین کے جو احکام ظاہر سے متعلق ہیں چاہے وہ اوامر ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، یا نواہی ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا جیسے چوری، ڈاکہ، شراب نوشی، حرام خوری وغیرہ۔ان سے ''علم فقہ'' میں بحث کی جاتی ہے۔ یہ احکام کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس سے ثابت ہوتے ہیں۔

اور دین کے جو احکام انسان کے باطن سے متعلق ہیں چاہے وہ اوامر ہوں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم دِیا۔مثلاً صبر، شُکر، تقویٰ، اخلاص، رضا وغیرہ وغیرہ یا نواہی ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا جیسے تکبّر، غضب، حرص، حسد، ریاء وغیرہ، ان سے ''علم تصوّف'' میں بحث کی جاتی ہے۔ یہ احکام بھی کتاب اللہ، سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع اور قیاس ہی سے ثابت ہیں۔اس تصوّف کو سلوک اور فقہ باطن بھی کہا جاتا ہے۔

تصوّف وسلوک کا مقصود

گویا تصوّف کا موضوع اور اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان باطن کے اچھے اخلاق (اخلاقِ حمیدہ) کو اپنے اندر پیدا کرے جنہیں پیدا کرنے اور زندگی میں جاری رکھنے کا

---

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھے اور موت کے بعد کی تیاری کرے اور وہ شخص عاجز ہے جو خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتا رہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح ص:۴۵۱ بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ مثلاً صبر (١)، شُکر (٢)، تقویٰ (٣)، اخلاص (٤)، رضا (٥) وغیرہ۔ اور باطن کے بُرے اخلاق (اخلاقِ رذیلہ) کو اپنے اندر سے دُور کرے اور ہرگز اُن کے مقتضاء پر عمل نہ کرے۔ مثلاً:

تکبّر (٦)، غضب (٧)، حرص (٨)، حسد (٩) اور ریاء (١٠) وغیرہ۔

آسانی کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تصوّف کا موضوع اور اصل مقصود "تزکیہ نفس" ہے۔ یعنی اپنے باطن کو پاک صاف کرنا۔ البتہ تصوّف میں جن اخلاق کا ذکر کیا

---

(١) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا (آلِ عمران: ٢٠٠) "اے ایمان والو! صبر کرو۔"

(٢) وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرہ: ١٥٢) "اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔"

(٣) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (آلِ عمران: ١٠٢) "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔"

(٤) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاۗءَ (البیّنہ: ٥) "اور اُنہیں نہیں حکم دیا گیا مگر اس بات کا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے یکسُو ہوکر۔"

(٥) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (البیّنہ: ٨) "اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔"

(٦) لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ. (رواہ مسلم) "وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دِل میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہوگا۔"

(٧) ﴿وَ الْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (آلِ عمران: ١٣٤) "اور غصہ کو پینے والے اور لوگوں کو درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔"

(٨) ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلىٰ مَامَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (طٰہٰ: ١٣١) "اور آپ ہرگز اُن چیزوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھئے جو ہم نے کفّار کے مختلف گروہوں کو فائدہ اٹھانے کے لئے دی ہیں کہ یہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہیں۔"

(٩) ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (الفلق: ٥) "اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔"

(١٠) إِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَآءِ شِرْكٌ. (سنن ابن ماجہ) "بے شک تھوڑی ریا بھی شرک ہے۔"

(نوٹ) یہاں صرف ایک ایک حوالہ دیا گیا ہے ورنہ ہر موضوع پر قرآن وسنت سے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

جاتا ہے ان سے متعلق دو باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہیں۔ ان باتوں کے ذہن میں رکھے بغیر غلطی کا قوی امکان ہے۔

اوّل یہ کہ جو اخلاق تصوّف کا موضوع ہیں چاہے وہ اخلاقِ حمیدہ ہوں جنہیں حاصل کرنے کا حکم ہے یا اخلاقِ رذیلہ ہوں جنہیں اپنے اندر سے نکالنے کا حکم ہے، اُن سے باطنی اخلاق مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ وہ علامات اور آثار مراد نہیں جو اِن باطنی اخلاق پر بسا اوقات مرتب ہوتے ہیں اور جو ایک عام آدمی کو بھی بآسانی نظر آجاتے ہیں اور جن سے باطن پر اکثر استدلال بھی کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ آثار و علامات اگر چہ درست ہوتے ہیں مگر اُن کی حقیقت کے پہچاننے میں عام انسان کو غلطی ہو جاتی ہے۔

مثلاً ظاہری تواضع اکثر تواضع قلبی پر دلالت کرتی ہے مگر ایسا بھی ہوتا ہے اور بکثرت ہوتا ہے کہ آدمی ظاہراً متواضع ہوتا ہے مگر اُس کا دِل تکبّر سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور کبھی کوئی آدمی ظاہراً اپنا سر بلند کر کے رکھتا ہے مگر اُس کے دِل میں تواضع اور خشیت بھری ہوئی ہوتی ہے۔ سلوک و تصوّف میں پہلا شخص متکبّر ہے گو دیکھنے والے اُسے متواضع سمجھتے ہوں۔ اور دوسرا شخص متواضع ہے گو دیکھنے والوں کو اُس پر متکبّر ہونے کا گمان ہونے لگتا ہو۔

دوم یہ کہ جس طرح فقہ ظاہر میں کامل دِیندار بننے کے لئے نماز، روزہ وغیرہ میں صرف کسی ایک وقت کی نماز پڑھ لینا یا ایک دِن کا فرض روزہ رکھ لینا کافی نہیں بلکہ تمام فرائض و واجبات مع سنن مؤکدہ کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح فقہ باطن تصوّف میں بھی کسی ایک دو نعمتوں پر شکر کر لینا یا کسی ایک دو موقعوں پر صبر کا مظاہرہ کر لینا کافی نہیں بلکہ تزکیۂ نفس کے کمال کے لئے ان کا قلب میں رَچ بس جانا ضروری ہے۔ یعنی شکر کے تمام مواقع پر زبانی، عملی اور قلبی شُکر ادا کرنا اور صبر کے تمام مواقع پر موقع بموقعہ

صبر اختیار کرنا ضروری ہے۔

جس طرح فقہ میں کبھی کبھی چوری کر لینا، کسی کسی جگہ حرام کمائی کھالینا کامل دیندار ہونے کے منافی ہے۔ اسی طرح تصوّف میں کبھی کبھار تکبّر اختیار کر لینا، کسی کسی عبادت میں ریاء کر لینا، کہیں کہیں ناجائز غصّہ کر لینا۔ تزکیۂ نفس کے کمال کے منافی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ تصوّف میں اخلاقِ حمیدہ کا حصول بدرجۂ ملکہ اور اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ (یا امالہ) بدرجۂ زوال ضروری ہے۔

جب اخلاقِ حمیدہ کا حصول بدرجۂ ملکہ اور اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ بدرجۂ زوال ہوجائے تب کہا جا سکتا ہے کہ ''تزکیۂ نفس'' ہوگیا ہے اور تصوّف کی حقیقت اُس کو حاصل ہوگئی ہے۔ یہ وہی تزکیۂ نفس ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی کُنجی قرار دیا۔ اور فرمایا:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ (الشمس: ۹)

''یقیناً وہ کامیاب ہے جس نے اس نفس کو پاک کرلیا اور وہ ناکام ہے جس نے اسے گناہوں میں دبا دیا۔''

اور یہ وہی تزکیۂ نفس ہے جسے قرآن حکیم نے نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (آلِ عمران: ۱۶۴)

''حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ اُن میں اُن ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کا تزکیہ کرتے رہتے ہیں اور اُن کو

کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور یقیناً یہ لوگ اس سے
پہلے کُھلی گمراہی میں تھے۔''

اس آیت (نیز سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹) سے واضح ہے کہ تلاوتِ قرآن پاک، تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ ''تزکیۂ نفس'' بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے تھا۔ بس یہی ''تزکیۂ نفس'' تصوّف کا مقصود ہے۔

اور جب قرآن کریم کے نازل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور امت کی ہدایت اور اُن کے تزکیہ کا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا تو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ علم اور کتاب تزکیہ کے لئے کافی نہیں بلکہ تزکیہ کے لئے کسی ''مزکّی'' کا وجود ضروری ہے جس کی رہنمائی اور تربیت کے ذریعے یہ دولت حاصل کی جا سکے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے لئے مزکّی اور شیخ تھے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بعد آنے والے تابعین کے لئے مزکّی اور شیخ کا درجہ رکھتے تھے۔ اور اس طرح نسلاً بعد نسل یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''بھلا نِری کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے۔ موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا حتیٰ کہ بسولہ بھی بطورِ خود ہاتھ میں لے کر اُٹھائے گا تو وہ بھی قاعدہ سے نہ اُٹھایا جا سکے گا۔ بِلا درزی کے پاس بیٹھے سُوئی پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا۔ بِلا خوش نویس کے پاس بیٹھے اور بلا قلم کی گرفت اور کشش دیکھے ہرگز کوئی خوشنویس نہیں ہوسکتا۔ غرض بدوں کسی کامل کی صحبت کے کوئی کامل نہیں بن سکتا۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا — دامن رہبر بگیر وپس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق — عمر بگذشت و نہ شد آگاہِ عشق

''یعنی اے دل اگر اس سفر کی خواہش ہے تو رہبر کا دامن پکڑ کر چلو۔ اس لئے کہ جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہُوا۔'' (بحوالہ شریعت وتصوّف ص:۱۰۶)

تزکیۂ نفس کے دو طریقے

قرآن وسُنت سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ تزکیۂ نفس دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک مجاہدہ یعنی خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت اور دوسرے تقرب بالنوافل یعنی اذکار ونوافل اور دیگر اعمالِ خیر کے ذریعے تقرب الی اللہ۔ ان میں سے بھی پہلا طریق یعنی مجاہدہ تزکیۂ نفس کے لئے اصل ہے۔ اور دوسرا اُس کے لئے معین ومددگار ہے۔

مجاہدہ

مجاہدہ شریعت میں مقصود اور مطلوب ہے۔ قرآن وسُنت میں اس کا حکم اور سلف صالحین میں اس کی بے شمار نظائر ہیں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ (الحج:۷۸)

''اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ایسی کوشش کرو جیسے اُس کا حق ہے۔''

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ﴾ (العنکبوت: ۶)

''اور جو شخص مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔''

مزید حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (العنکبوت: ۶۹)

''اور جو لوگ ہمارے واسطے مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم اُنہیں اپنے

رستے ضرور دکھاویں گے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله۔ (مشکوٰۃ: ۱۵)

''مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

ہم جیسے ناز پروردہ لوگ اب مجاہدہ کی بات سُنتے ہیں تو چونک جاتے ہیں ۔مگر حقیقت میں طالبِ سلوک کے لئے مجاہدہ لازمی ہے خواہ وہ تصوّف میں داخل ہونے کے بعد مجاہدہ کرے یا اس طریق میں داخل ہونے سے پہلے کر چُکا ہو اور خواہ مجاہدہ اپنے اختیار سے کرے یا منجانب اللہ اُس پر ایسے غیر اختیاری حالات پیش آجائیں جن سے مجاہدۂ اضطراری ہو جائے مگر مجاہدہ بہرحال ضروری ہے۔

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مجاہدات وریاضات بعد کے صوفیاء نے تزکیۂ نفس کے لئے اپنائے ہیں۔مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ ان مجاہدات کا منبع خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نفوسِ قدسیہ ہیں۔اس سے قطع نظر کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی اشاعت اور اس کی سربلندی کے لئے کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں اور صحابہ کرامؓ نے آپ کی اقتداء میں دین کو تھامنے اور اس کی اشاعت کے لئے کیا کچھ تکلیفیں اٹھائیں یہ نفوس قدسیہ اپنے تزکیۂ نفس کے سلسلہ میں کس قدر ہُشیار رہتے تھے اور اُس کے لئے ہمہ وقت مجاہدہ کے لئے کس طرح تیار رہتے تھے اس کا اندازہ کرنے کے لئے ان نفوس قدسیہ کے بارے میں صرف ایک ایک روایت پیش ہے۔

۱......حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر جس پر آپ ﷺ ہمارے گھر میں آرام فرماتے تھے ٹاٹ کا تھا جسے ہم حضور ﷺ کے لئے دُہرا کر کے بچھاتے تھے، آپ ﷺ اس پر آرام فرماتے۔ایک رات مَیں نے

یہ سوچ کر کہ آپ ﷺ کو زیادہ آرام ملے بستر کو مزید دُھرا کر کے چار تہیں کر دیں۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ آج رات تم نے میرے لئے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے عرض کیا وہی پرانا بستر تھا ہم نے صرف اُس کی چار تہیں کر دی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے پہلی حالت میں کر دو کیوں کہ اس بستر کے گداز نے مجھے آج رات کی نماز سے روک دیا تھا۔''

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی فراش رسول اللّٰہ ﷺ)

۲...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دِن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں۔ عرض کیا اے خلیفۂ رسولؐ اللہ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے یہ کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس زبان نے مجھے بہت مصیبتوں میں مُبتلا کیا ہے۔'' (مشکوٰۃ بحوالہ مؤطا امام مالک عربی ص ۴۱۵، احیاء العلوم بحوالہ بیہقی و دار قطنی ص: ۳۵۵ جلد ۳)

۳...... سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نماز کے بعد تقریر کا اعلان کیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے حمد وثنا کی، درود بھیجا اور پھر فرمایا: ''اے لوگو! مَیں نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب مَیں بنی مخزوم میں اپنی خالاؤں کی بکریاں چراتا تھا اور وہ مجھے اس کے عوض میں ایک مٹھی کھجور اور کشمش دیا کرتی تھیں مَیں اسی سے اپنا سارا دِن بسر کرتا تھا وہ بھی کیا دِن تھے۔''

تقریر ختم ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! آج تو آپ نے اپنے عیب بیان کرنے کے سوا کوئی بات نہیں کی۔ فرمایا: اے ابن عوف! مَیں تنہائی میں تھا۔ میرے نفس نے مجھ سے کہا تُو امیر المؤمنین ہے۔ مسلمانوں میں تجھ سے افضل کون ہوگا؟ تو مَیں نے ارادہ کیا کہ اپنے نفس کو کچلوں اور اُسے سزا دوں۔'' (از حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم ص: ٦۵۹، حصہ ۷)

صرف ان تین روایات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ نفوس قدسیہ اپنی ذات کے بارے میں کس قدر محتاط تھے؟ اور اپنے اعمال اور اپنے قلوب پر کیسے نگاہ رکھتے تھے اور اس کے لئے ہمہ وقت مجاہدہ کے لئے کس طرح تیار رہتے تھے۔

جواب،سوال۲......اصل حکم ذکر اللہ ہے۔قرآن حکیم میں صاف حکم دیا گیا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ (الأحزاب: ۴۱،۴۲)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح شام اس کی تقدیس کرتے رہو۔''

اور قرآن مجید میں عقلمند لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ (سورہ آل عمران:۱۹۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے ہوئے بھی۔ اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔''

(مسند احمد[۱] بحوالہ معارف القرآن ص:۴۷۱ج ۷)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتی ہیں:

كان يذكر الله تعالىٰ على كل أحيانه۔

---

(۱) مسند احمد ص:۶۸ ج ۳ مسند ابی سعید الخدری۔

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام ہی اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔" (مسلم، ترمذی، ابوداؤد بحوالہ الجامع الصغیر للسیوطیؒ ص:۱۱۶)

ان چند آیات واحادیث ہی سے یہ بات واضح ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اُس کی یاد کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اس لئے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جائز ہے۔ کھڑے ہو کر ہو، بیٹھ کر ہو، پہلو پر ہو، لیٹ کر ہو، سر جُھکا کر ہو یا سر اُٹھا کر یا سر ہلا کر، ذکر جلی ہو یا ذکر خفی ہو۔ کلمۂ طیّبہ کا ذکر ہو یا تیسرے کلمہ کا، تسبیح ہو یا تحمید، درود شریف ہو یا استغفار۔ یہ سب سِرًّا ہوں یا جہراً، انفراداً ہو یا اجتماعاً سب جائز ہیں۔ ذکر اللہ کی کوئی صورت ممنوع نہیں۔ (الا یہ کہ اس میں ذکر اللہ کی بے ادبی اور اہانت ہو۔)

(ماخوذ از تفسیر قرطبی ص:۳۱۱ ج۴)

مشائخ اپنے تجربے کی بناء پر طالب کے لئے کسی خاص وقت میں ذکر اللہ کے کسی خاص طریقہ کی تلقین کر دیتے ہیں جس سے عادۃً وتجربۃً اُسے نفع زیادہ ہوتا ہے۔ یہ مخصوص طریقہ نہ ممنوع ہے نہ خلافِ سنت۔ البتہ اسے سنت کہنا بھی درست نہیں۔ کیوں کہ ایک خاص وقت میں یہ خاص طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً ثابت نہیں اگرچہ قرآن وسنت کی کسی نص سے یہ ممنوع بھی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ ذکر اللہ باعثِ ثواب ہے اس کے جتنے طریقے صوفیاء کے یہاں مروّج ہیں وہ اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہیں اُنہیں سُنت سمجھنا بھی غلط ہے اور انہیں مطلقاً بدعت کہنا بھی غلط ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ذکر اللہ کے ان مخصوص طریقوں کو سُنت سمجھے گا تو اُس کے حق میں یہ بدعت ہوں گے۔ مثلاً ان خاص طریقوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول سمجھے حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں یا ان میں زیادہ ثواب کا قائل ہو۔

جواب، سوال۳...... اُوپر عرض کردیا گیا کہ قرآن وسنت سے تزکیۂ نفس کے اصولی طور پر دوطریقے منقول ہیں مگراس کی جزئیات بے شمار ہیں۔ ہر دَور کے محقق مشائخ وعارفین اپنے زمانے، حالات اوراشخاص کے مطابق ان جزئیات میں تقدیم، تاخیراورتبدیلی کرتے رہتے ہیں مگراس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشائخ خودسُنت مطہّرہ کے پابند ہوں۔ بدعات سے اجتناب کرتے ہوں اورکسی قابلِ اعتماد شیخ سے اجازت یافتہ ہوں تاکہ بدعات میں ابتلاء اورصراطِ مستقیم سے انحراف کی نوبت نہ آئے۔ کیوں کہ تقویٰ اورسلوک کے اس راستہ کے دونوں طرف بدعات اورافراط وتفریط کے کانٹے موجود ہیں جن سے اپنااوراپنے مریدوں کادامن بچانا آسان نہیں۔

۴...... (الف) یہ طریقہ ''پاس انفاس'' کہلاتا ہے۔ اگر اسے سُنت نہ سمجھا جائے، اس طریقہ کوزیادہ ثواب والاطریقہ نہ سمجھا جائے اوراس کے نہ کرنے والے پر کوئی ملامت نہ ہوتواس میں کوئی حرج نہیں۔مگرافسوس کہ بعض طالبانِ سلوک اس میں غلوکرنے لگتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ان کا شیخ اُن کے لئے ذکرکاکوئی خاص طریقہ تجویز کرتاہےاوراس کےاختیارکرنے سےانہیں کسی قسم کانفع ہوتاہےتواب یہ حضرات اس خاص طریقہ ہی کومقصودسمجھنے لگتے ہیں۔ ہرشخص کواس کی دعوت دیتے ہیں اور جواللہ تعالیٰ کا بندہ ان کےاس طریقہ کونہ اپنائے بلکہ ذکراللہ کےدوسرےطریقوں کواختیار کرےاُسےمحروم سمجھتے ہیں اوراُسے بنظرِ حقارت یابنظرافسوس دیکھتے ہیں۔

پھربعض اوقات اس سے بھی بڑھ کر یہ غلوکیا جاتا ہے کہ اس مخصوص طریقہ کو(صحیح علمِ دین نہ ہونے کی بناء پر)سُنت سمجھ بیٹھتے ہیں اوراُس کے نہ کرنے والے پرملامت کرتے ہیں اوراس طرح اُن کا یہ طرزِعمل، حدودِشرع سے متجاوز ہوکر بلاشبہ بدعت میں تبدیل ہوجاتاہے۔ایسے مواقع پراس کاترک ضروری ہوجاتا ہے۔اس لئےعوام اورکم علم پیروں کےاس طرزِعمل کومدّنظررکھتے ہوئےآج کل محقق مشائخ اس قسم کے

طریقوں کی عام حوصلہ افزائی نہیں کرتے اور اسے صرف بقدرِ ضرورت کسی مخصوص شخص کی حد تک محدود کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(ب) ارواح سے ملاقات خواب یا مکاشفہ میں ممکن ہے مگر یہ ملاقات وزیارت نہ مجاہدہ میں داخل ہے نہ بذاتِ خود طریق کا مقصود ہے۔

(ج) اس کا مدار طالب کی اس سلسلہ سے مناسبت وعدم مناسبت پر ہے نیز اس امر کا ہے کہ اس کے ذہن میں طریق کا مقصود کیا ہے؟

۵......اب تک جو کچھ عرض کیا گیا یہ تصوّف سے متعلق تھا جو اسلام میں مطلوب ہے یعنی تزکیۂ نفس کا حصول۔ اور اس کا طریق دو چیزیں ہوئیں مجاہدہ اور تقرب بالنوافل، اور اس کا ثمرہ ہے دُنیا وآخرت میں تقرب الی اللہ جو مومن کا مقصود اصلی اور اصلی کمال ہے۔ وفّقنا اللہ تعالیٰ لہٗ۔

بعض لوگوں کو راہبوں، جوگیوں، بُدھ لوگوں کے حالات سے شُبہ لگ جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بھی مجاہدہ کرتے ہیں اور انہیں بھی بظاہر روحانی کمال حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اسلامی اور غیر اسلامی کا فرق کیا ہے؟

تو سمجھنا چاہئے کہ انسان دو چیزوں سے مل کر بنا ہے ایک جسم اور دوسرا رُوح مگر اس میں رُوح اصل اور حاکم ہے اور جسم تابع اور محکوم ہے۔ جسم کو ترقی دی جائے تو جسم مضبوط، طاقت ور، حوصلہ منداور مؤثر ہو جاتا ہے خواہ کافر کا ہو یا مسلمان کا[1]۔ اور روح کو ترقی دی جائے تو روح مضبوط، طاقت ور، حوصلہ منداور مؤثر ہو جاتی ہے خواہ کافر کی ہو یا مسلمان کی۔

جوگی، راہب، بُدھ وغیرہ جب اپنے کافرانہ طریقوں سے مجاہدہ کرتے ہیں تو اُن کی رُوح توانا، مضبوط، حوصلہ منداور مؤثر ہو جاتی ہے مگر اُنہیں تزکیۂ قلب نصیب نہیں

(۱) مگر مسلمان جنت میں جائے گا جبکہ کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ہوتا اور تقرب الی اللہ کا تو سوال ہی نہیں ہے۔اس کے برخلاف جب مؤمن شریعت مطہّرہ کا اتباع کرتے ہوئے مجاہدہ کرتا ہے تو اُس کی روح بھی توانا، حوصلہ منداور مؤثر ہو جاتی ہے مگر اس کے ساتھ اس کا تزکیۂ قلب ہو کر اُسے تقرب الی اللہ نصیب ہوتا ہے جو معراجِ مؤمن ہے۔

اس کی آسان مثال گدلا آئینہ ہے جس پر غبار اور گندگی جمی ہوئی ہو اُسے پاک پانی سے دھو کر صاف کیا جائے تو آئینہ چمک بھی جائے گا اور پاک صاف بھی ہو گا۔ اس کے برخلاف اگر اُسی آئینہ کو پیشاب سے دھویا جائے تو آئینہ چمک تو جائے گا مگر اُس کے پاک صاف ہونے کا کوئی سوال نہیں۔وہ چمکتا ہُوا آئینہ ناپاک اور بدبودار ہی رہے گا۔اس کے لئے پاک پانی کا استعمال کرنا ہی ضروری ہے۔

آپ کی خواہش پر یہ سطور تحریر کر دی گئیں ورنہ تصوّف وسلوک کا تعلق کتابوں سے نہیں عمل سے ہے۔اور ظاہری اعمال سے نہیں بلکہ قلبِ مؤمن کے باطنی اعمال سے ہے۔اور یہ باطنی اعمال کتابوں سے نہیں بلکہ کسی صاحبِ نسبت، حاذق شیخ ولی اللہ کے زیرِ تربیت رہ کر حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ اُوپر عرض کر دیا گیا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا ظاہر و باطن قرآن وسنت کے مطابق بنانے کی توفیق عطا کرے۔ ہم سب کو تزکیۂ نفس کی دولت نصیب فرمائے اور اپنے فضلِ محض سے دنیا وآخرت میں بعافیت اپنے قُرب کی دولت سے مالا مال فرمائے۔آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

نوٹ

قرآن حکیم اور تفسیر و احادیث کی مشہور کتابوں کے علاوہ کہ جن کا حوالہ مضمون میں درج کر دیا گیا ہے، درجِ ذیل کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اگرچہ اُن کا حوالہ مضمون میں درج نہیں۔

۱ ..... تفسیر معارف القرآن .... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرُّہٗ
۲ .... احیاء علوم الدین .... حضرت امام غزالی قدس سرُّہٗ
۳ .... التکشف عن مہمات التصوّف .. حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۴ .... حقیقت تصوّف وتقویٰ ....
۵ .... شریعت وطریقت ....
۶ ..... تربیت السالک ....
۷ .... بصائرِ حکیم الاُمّتؒ .... حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ
۸ .... تجدید تصوّف وسلوک............... حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ
۹ ..... شریعت وتصوّف .... حضرت مولانا مسیح اللہ شیروانیؒ
۱۰ .... نجی مکاتیب .... از حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرّہٗ
وحضرت مولانا مسیح اللہ صاحب قدس سرُّہٗ

فقط

محمود اشرف عثمانی غفراللہ لہٗ
دارالافتاء، جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
۲۶ / محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

﴿۲﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تصوّف کے سلسلے
اور بیعت کی حقیقت

واجب الاحترام ذی قدر جناب حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مکرمی! آپ نے ماہنامہ ''البلاغ'' میں تصوّف سے متعلق جو مکالمہ پیش کیا بہت پسند آیا وہ مَیں نے تین مرتبہ پڑھا۔ بہت ہی مکمل اور مدلّل ہے اور ہر پہلو کو شامل ہے۔

اس کے پڑھنے سے دو تین سوال ذہن میں اُبھرے ہیں جو مَیں آپ کو لکھ رہا ہوں۔

۱......تصوّف کے کل کتنے طریقے ہیں؟ جناب نے صرف دو طریقوں یعنی چشتیہ اور نقشبندیہ کا ذکر کیا ہے۔

۲......ان طریقوں کا موجد کون ہے؟ اور کب سے یہ طریقے شروع ہوئے ہیں؟

۳......بیعت کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اور کیا غائبانہ بیعت ہوسکتی ہے؟

شکریہ طالبِ دُعا

س۔م۔اشرفی

پشاور کینٹ

۷۸۶
الجواب

محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

گرامی نامہ موصول ہوا۔ مضمون پڑھنے کا علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ راقم اور قارئین کے لئے اس تحریر کو نافع بنائیں۔ آمین

آپ کے سوالات کے جواب درجِ ذیل ہیں:

۱،۲۔ مشائخ کرام رحمہم اللہ کے چار سلسلے زیادہ معروف ہیں۔

(۱) **سلسلہ قادریہ** ...... جو سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ (۴۷۰-۵۶۱) کی طرف منسوب ہے۔

(۲) **سلسلہ چشتیہ** ...... جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرّہٗ (۵۲۷-۶۳۳ھ) کی طرف منسوب ہے۔

(۳) **سلسلہ سہروردیہ** ...... جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرّہٗ (۵۳۹-۶۳۲ھ) کی جانب منسوب ہے۔

(۴) **سلسلہ نقشبندیہ** ...... جو حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرّہٗ (۷۱۸-۷۹۱ھ) کی جانب منسوب ہے۔

ان چاروں سلسلوں کے ان مشائخ عظام کی شہرت اس لئے زیادہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں اولیاء اللہ سے تزکیہ کا بہت کام لیا۔ ان کا فیض بہت عام بھی تھا اور ہر لحاظ سے تام بھی۔ ان مشائخ نے سلوک وتصوّف میں علماً وعملاً گرانقدر خدمات انجام دیں جس کی وجہ سے بعد کے آنے والے مشائخ نے اُن کی عظمت اور شانِ عبدیت کو علی الاعلان تسلیم کیا اور اپنے آپ کو اُن کی طرف منسوب کرنے میں اپنی

عزت اور اپنے دین کی حفاظت سمجھی۔ اگر چہ ان چار کے علاوہ دیگر اولیاء کرام کی شان سے بھی انکار ممکن نہین ہے اور اُن کی علمی اور عملی خدمات اپنی جگہ مسلم ہیں۔

یہ چاروں سلسلے اُوپر کی جانب مختلف اور مسلّم جلیل القدر اولیاء اللہ کے واسطوں سے ہوتے ہوئے تابعین کرام رحمہم اللہ اور پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچتے ہیں۔ ان چاروں سلسلوں میں بیعت کے طریقہ کی انتہا خلفائے راشدینؓ پر ہوتی ہے۔جس کے بعد خلفائے راشدین کی یکے بعد دیگرے ایک دوسرے سے بیعت اور پھر ان خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر (ایمان، جہاد اور ترکِ معاصی پر) بیعت کسی ثبوت اور دلیل کی محتاج نہیں ہے۔

ان چاروں سلسلوں میں نیچے کی جانب مختلف شاخیں وجود میں آئیں اور یہ روحانی سلسلے شاخ در خاش اب تک جاری ہیں (جیسے جسمانی طور پر نسبی خاندانوں میں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا ہے) عام طور سے تصوّف کے چودہ خانوادے مشہور ہیں مگر حضرت گنگوہی قدس سرُّہٗ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''اور چار خاندان قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ ہیں۔ اور خانوادہ اُس کو کہتے ہیں جو ان میں سے شاخیں نکلی ہیں۔ سو شاخیں بہت ہیں۔ چودہ خانوادے جس نے لکھے ہیں اُس وقت میں چودہ تھے اس کے بعد بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ غرض خانوادہ بہت ہیں، چودہ کسی خاص وقت میں تھے۔ اب چودہ کہنا درست نہیں پرانا لفظ ہے۔''

(مکاتیبِ رشیدیہ ص:۷۹ طبع میرٹھ)

ہمارے قریبی زمانے میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مجدد الملّت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (قدس اللہ اسرارہم) کے سلسلوں میں طالبِ سلوک سے چاروں

سلسلوں میں بیعت لی جاتی ہے تا کہ تمام اولیاء اللہ کا ادب ملحوظِ خاطر رہے اور اولیاء اللہ میں تفریق کرنے کی خرابی پیدا نہ ہو۔

۳...... مشائخ کرام رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ نجاتِ کاملہ کے لئے صدقِ دِل سے توبہ نصوح کرنا اور اپنا تزکیۂ نفس کرنا ضروری ہے۔ بیعت اس کے لئے کوئی لازم نہیں ہے مگر چونکہ بیعت کے ذریعے مُرید اپنے شیخ کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرکے اُنہیں چھوڑنے کا پختہ عہد اور اپنا تزکیۂ نفس کرانے کا پکا وعدہ کرتا ہے جس سے مُرید کے لئے یہ دونوں کام آسان ہوجاتے ہیں اور شیخ کو بھی اُس پر توجہ زیادہ ہوجاتی ہے اس لئے تمام سلسلوں میں یہ بیعت رائج ہے۔ اس کا طریقہ بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ شروانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> بیعت جس کا حاصل معاہدہ ہے، اعمالِ ظاہری و باطنی کے اہتمام اور التزام احکام کا اس کو بیعتِ طریقت کہا جاتا ہے جواز سلف تا خلف بتواتر رائج ہے۔
>
> آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب فرما کر علاوہ بیعتِ جہاد و بیعتِ اسلام التزام احکام و اہتمام اعمال کے لئے بیعت فرمایا ہے متعدد احادیث سے ثابت ہے...... شیخ مرید کے داہنے ہاتھ کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے کر بیعت کرتا ہے اور کثیر مجمع کو بذریعہ رومال وغیرہ بیعت کیا جاتا ہے اور مستورات کو پردہ کے پیچھے کہ وہاں ان کا کوئی محرم بھی ہو، رومال وغیرہ سے بیعت کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے......۔
>
> یہ بیان تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہونے کا ہے اور جو شخص شیخ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے وہ وہیں سے بذریعہ خط وکتابت یا بواسطہ

شخصِ معتبر بیعت ہوسکتا ہے اور اس کو بیعتِ عثمانی کہا جاتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بموقع بیعتِ رضوان بعدم موجودگی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ پر داہنے دستِ مبارک کو رکھ فرمایا کہ مَیں نے عثمان کو بیعت کرلیا۔ (شریعت وتصوّف)

واللہ سبحانہ اعلم

بندہ محمود اشرف عثمانی غفرلہ

دارالافتاء۔جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

۷/۴/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۷-۴-۱۴۱۴ھ

تصوّف سے متعلق چند کلماتِ حکمت

از حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرّہٗ
(مأخوذ از آثر حکیم الامتؒ)

۱......ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا: کچھ اعمال مامور بہا ہیں۔ ظاہرہ بھی، باطنہ بھی، ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ مشائخ طریق، طالب کے حالات سُن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانتِ طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔ (ص ۱۵۵)

۲......ایک طالب کو تحریر فرمایا: اس طریق میں مقصود تو بحمد اللہ معلوم ہے یعنی رضائے حق۔ اب دو چیزیں رہ گئیں طریق کا علم اور اُس پر عمل۔ سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکامِ ظاہرہ و باطنہ کی پابندی۔

اور اس طریق کی معین (مددگار) دو چیزیں ہیں، ایک ذکر جس قدر پر دوام ہو سکے۔ دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے ممکن ہو۔ اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اُس کا بدل ہے۔ اور دو چیزیں

طریق یا مقصود کی مانع (رکاوٹ) ہیں معاصی اور فضولی میں مشغولی۔

اور ایک امران سب کے نافع ہونے کی شرط ہے، یعنی اطلاع حالات کا التزام، اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے۔ حسب اختلافِ استعداد، مقصود میں دیر سویر ہوتی ہے............ میں سب کچھ لکھ چکا۔ (ص:۱۵۶)

۳......فرمایا کہ مَیں اپنے متعلقین یعنی جو لوگ میرے ذریعہ سے داخلِ سلسلہ ہیں ان کے لئے اوراد ووظائف واذکار واشغال کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں کرتا جتنا اخلاق کی درستی کا اہتمام کرتا ہوں۔ اخلاق کا سنوارنا نہایت ضروری ہے اس لئے اس کی زیادہ تاکید کی جاتی ہے......اس زمانے میں اکثر لوگ اخلاق درست نہیں کرتے ہاں وظائف کے پابند ہوجاتے ہیں۔ (ص۱۴۹)

۴......ایک مرتبہ حضرت والا نے طریق باطن کے تمام مقامات کا تذکرہ فرمایا۔ تعلق مع اللہ اور درویشی کی راہ میں چلنے والوں کے حالات کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا: سب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات ادا ہوجائیں۔ احکاماتِ الٰہیہ کی تعمیل ہوجائے۔ حقوق العباد کی اہمیت واضح ہوجائے۔ بس اگر درویشی کا حاصل یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ (ص۱۲۹)

۵......ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی وظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسّر ہو۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ: طاعات ومعاصی دونوں امورِ اختیاریہ ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں۔ رہا طریقہ سو وہ طریقہ امورِ اختیاریہ میں بجز استعمالِ اختیار کے اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولتِ اختیار کے لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفتِ نفس (یعنی نفس سے مقابلہ کرنا) اس کو ہمیشہ عمل میں لانے (لاتے رہنے) سے بتدریج سہولت حاصل ہوجاتی ہے۔ مَیں نے

تمام فن لکھ دِیا۔ آ گے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں ۔ ایک بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص، دوسرے بعض طریق مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے۔ فقط (ص:۱۷۹)

۶ ......فرمایا: اس طریق کا حاصل نفس کا تزکیہ ہے اور جس چیز سے تزکیہ کیا جاتا ہے وہ دو چیزیں ہیں شہوت اور کبر۔ اوران کا علاج کسی کامل بزرگ کی صحبت ہے۔

(۲)
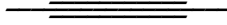
k

بیعت علی التقویٰ

یہ مضمون سب سے پہلے رسالہ ''البلاغ'' میں شائع ہوا تھا پھر علیحدہ رسالہ کی شکل میں کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ، بَايِعُوْنِيْ عَلٰى أَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(متفق علیہ ۔ مشکوۃ المصابیح۔ مرقاۃ، ص: ۱/۹۲)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

سے فرمایا: مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، کسی پر کوئی بہتان نہیں لگاؤ گے جسے تم نے اپنے ہاتھوں پیروں سے خود گھڑا ہو، اور کسی بھلے کام میں نافرمانی نہیں کرو گے، تم میں سے جس نے اس معاہدہ کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، اور جو ان میں سے کسی غلطی کا مرتکب ہوا پھر اللہ نے اس پر پردہ ڈال دیا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر اللہ چاہے تو معاف کر دے گا اور چاہے تو سزا دے گا ــــــــ حضرت عبادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ سے اس پر بیعت کی۔ (بخاری، مسلم اور دیگر امّہات کتب)

راوی:

اس حدیث شریف کے راوی سیدنا حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ اُن جلیل القدر صحابہ کرام ث میں سے ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا، ان کا تعلق انصارِ مدینہ سے تھا اسلام کے ابتدائی دور میں جن بارہ مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آ کر حج کے دنوں میں ''منٰی'' کی ایک گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت عبادہ اُن بارہ خوش نصیبوں میں شامل تھے ــــــ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قرآن اور دین کی تعلیم کے لیے مدینہ منوّرہ بھیجا تو اگلے سال ۷۳ حضرات نے مدینہ سے آ کر منی کی گھاٹی میں آدھی رات کے سنّاٹے میں آپ سے ملاقات کی، اور آپ نے ان ۷۳ افراد میں سے بارہ حضرات کو منتخب کروایا اُن بارہ نُقباء میں بھی سیدنا عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا نام شامل ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اور یہ ان کے بڑے حضرات میں شمار ہوتے تھے، بدر ہو یا احد، یا غزوۂ خندق سب میں رحمتِ عالم ﷺ کے ساتھ قدم بقدم رہے بعد میں فتحِ مصر

میں بھی شریک رہے، یہ خوبصورت، دراز قد اور مردانہ ڈیل ڈول کے حامل تھے ـــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں انہیں قاضی اور فقیہ بنا کر شام بھیجا تو وہیں مقیم ہو گئے اور شام کے علاقہ (رملہ، فلسطین) میں ۳۴ھ میں انتقال ہوا جبکہ عمر ۷۲ سال تھی۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ ،أجزاہ عنّا خیرا کثیرا۔

مشکل الفاظ کی تشریح

عِصَابَةٌ: جماعت، بَایِعُوْنِیْ: مجھ سے بیعت کرو، یہ باب مفاعلہ "مبایعہ" سے ہے اور عربی زبان میں یہ لفظ پکے معاہدہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، امیر کے ہاتھ پر بیعت ہو یا شیخ کے ہاتھ پر چونکہ اس میں بھی فریقین کی طرف سے معاہدہ ہوتا ہے کہ بیعت لینے والا (امیر المؤمنین یا شیخ) گویا وعدہ کرتا ہے کہ میں اس کے ساتھ خیر خواہی کروں گا اور بیعت کرنے والا یہ عہد کرتا ہے کہ میں اِن اِن احکام پر عمل کروں گا۔ اس طرح یہ معاہدہ فریقین پر لازم ہو جاتا ہے۔

شرك: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک یا اس کی صفات خاصّہ یا اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا۔ بھتان: کسی پر ناحق الزام لگانا۔

تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ: جسے تم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گھڑتے ہو۔ اس کی ایک تشریح یہ کی گئی کہ کوئی شخص جب دوسرے پر بہتان لگاتا ہے تو زبان و قلم کے ساتھ اپنے ہاتھ اور پیروں کو بھی استعمال کرتا ہے اور یہی ہاتھ اور پیر قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیں گے، اور ایک تشریح یہ بھی کی گئی ہے کہ دورِ جاہلیت میں عورت بدکاری کرتی تھی، اور ہونے والے اُس بچہ کا نسب کسی اور سے ثابت کرتی تھی جس نے اس کے ہاتھوں پیروں کے درمیان سے جنم لیا ہے، یا کسی کا بچہ لے کر یہ دعوی کر دیتی تھی کہ اسے میں نے جنم دیا ہے یا مرد اس بچہ کے نسب سے

انکار کرنے لگ جاتا تھا جو خود اس کے ہاتھوں پیروں کی مجامعت کے عمل سے پیدا ہوا تھا ــــــ پھر یہ جملہ عرب میں عام ہوگیا اور ہر بہتان پر اس کا اطلاق ہونے لگا، خواہ بہتان لگانے والا مرد ہو یا عورت، اور بہتان بچہ کے بارے میں ہو یا مال کے بارے میں، چوری کا بہتان ہو یا کسی اور حرام کام کا۔

اجمالی تشریح

اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو بیعت کی دعوت دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم یہ، یہ گناہ نہیں کریں گے یہ ''بیعت علی التقویٰ'' تھی اور یہ وہی بیعت ہے جس کا مشائخ میں رواج چلا آرہا ہے۔

تفصیلی تشریح

قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے بیعت کی چار قسمیں واضح طور پر ملتی ہیں:

(۱) بیعت علی الاسلام:

کہ غیر مسلم آتے، آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوتے اور بیعت کے ذریعہ اسلام لانے کا شرف حاصل کرتے، اس کی ایک مثال حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو انہوں نے خود نقل کیا ہے کہ میں (صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لانے کے لیے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا کہ آپ اپنا دایاں ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوجاؤں حضور ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھادیا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں (۱)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا

(۱) معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت سوچ سمجھ کر بیعت ہوتے تھے۔

شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ (میں اس شرط پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں کہ سابقہ گناہوں کی) مغفرت ہوجائے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام پچھلے سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور ہجرت پچھلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج گذشتہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔(رواہ مسلم،مشکوۃ،مرقاۃ:ص۱۰۳ج۱)

بیعت کے ذریعہ اسلام قبول کرنے کی یہ صرف ایک مثال ذکر کی گئی ورنہ سیرت اوراحادیث کی کتابوں میں بکثرت یہ واقعات موجود ہیں اور "فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ" کے الفاظ بکثرت مروی ہیں۔

(۲)۔بیعت علی الجہاد:

اس کی واضح مثال بیعت الرضوان کا واقعہ ہے جبکہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشرکینِ مکہ کے خلاف مقابلہ کے لیے بیعت لی، اورسب نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اس کا پورا واقعہ خودقرآن مجید کی سورۃ الفتح میں نازل شدہ ہے۔﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" اور" اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ کی آیات میں مذکور ہے۔____ جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بیعت لی گئی، وہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، پہلے سے سچے پکے مسلمان تھے۔اس بیعت کو سیرت حدیث کی کتابوں میں "بیعت علی أن لا نفرّ" کہا گیا ہے کہ ہم راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے اور اسے "بیعت علی الموت" بھی کہا گیا کہ آخری سانس تک مشرکینِ مکہ سے مقابلہ کریں گے یعنی پشت نہیں پھیریں گے، بیعت علی الموت کا یہ مطلب بہرحال نہیں ہے کہ ضرور شہید ہوں کیونکہ اس بیعت میں اس پر عمل نہیں ہوا اور نہ یہ کوئی شرعی حکم ہے، بلکہ مطلب یہی ہے کہ آخری سانس تک

مقابلہ کریں گے اگرچہ شہادت کی نوبت آجائے۔

(۳)۔ بیعت علی الامارۃ والخلافۃ:

اس کی آسان مثال سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا بیعت کرنا ہے کہ سب نے انہیں خلیفۂ رسول اللہ مان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم سمع وطاعۃ اختیار کریں گے، اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین اور بعد کے خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی جو بیعت علی الامارۃ والخلافہ تھی یعنی ان کے امیر المؤمنین ہونے پر اور خلیفۂ برحق ہونے پر بیعت کی گئی تھی۔

(۴)۔ بیعت علی التقوی:

اسے ہم ''بیعت علی التقویٰ'' کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ بیعت ہے جو آج بھی صوفیاء کے ذریعہ رائج ہے، سیرت وحدیث سے اس کی بھی کئی مثالیں ملتی ہیں اور ایک مثال تو قرآن مجید میں صراحۃً ذکر کی گئی ہے، جو ''سورۃ الممتحنۃ'' کے آخر میں موجود ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا ہر شخص اسے پڑھتا ہے۔

وہ آیت یہ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الممتحنة ۔ ۱۲)

ترجمہ: اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں آئیں، اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی،

چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور نہ کوئی بہتان باندھیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان بنایا ہو اور کسی بھلے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیں، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

بیعت مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والی صرف نومسلم مہاجرات ہی نہیں، دوسری قدیم عورتیں بھی شریک تھیں،

(تفسیر معارف القرآن، ج۸ص ۴۱۷)

سورۃ الممتحنہ کی اس مذکورہ بالا آیت کو ''آیت الممتحنہ'' بھی کہا جاتا ہے اور ''آیت بیعۃ النساء'' بھی، اس آیت کریمہ میں خواتین [۱] سے بیعت لیتے وقت جن الفاظ کا انتخاب (منجانب اللہ) کیا گیا ہے، انہی الفاظ کا انتخاب رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کیا جب آپ ﷺ نے مرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی، اور وہ بھی ان صحابہ سے جو پہلے سے مسلمان تھے، چنانچہ ہم نے مضمون کے شروع میں جو حدیث ذکر کی تھی، اس میں یہی الفاظ مردوں کے لیے استعمال کئے گئے۔ دوبارہ اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھ

---

(۱) واضح رہے کہ روایات حدیث میں صراحت ہے کہ رسول اللہ نے کسی نامحرم کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ (ترمذی: ۲/۱۶۴) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواتین سے بیعت یا کپڑے کے ذریعہ ہوتی تھی یا پانی کے بڑے برتن کے ذریعہ یا صرف زبانی کلامی حد تک۔

سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، اور کوئی بہتان نہیں لگاؤ گے جسے تم نے اپنے ہاتھوں پیروں کے درمیان بنایا ہو اور کسی بھلے کام میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ (الحدیث)

اس حدیثِ عبادہ میں جسے "بیعۃ الرجال" بھی کہا جا سکتا ہے بعینہ وہی الفاظ ہیں جو آیت "بیعۃ النساء" میں نازل ہوئے ہیں۔

قرآن مجید کی آیت بیعۃ النساء اور اس حدیث عبادہ سے یہ بڑی حقیقت سامنے آتی ہے کہ دین میں اہم ترین چیز گناہوں سے بچنا ہے، چنانچہ آیت بیعۃ النّساء ہو اور حدیث بیعۃ الرجال دونوں میں گناہوں کے نہ کرنے پر بیعت ہے، اعمالِ صالحہ کا صراحۃً ذکر نہیں کیا گیا۔ گناہوں سے بچنے کو ہی تقویٰ کہا جاتا ہے کیونکہ تقویٰ کے لفظی معنی بچنا ہے اور گناہوں سے بچنے کی مسلسل کوشش کے نتیجہ میں انسان متقی بنتا ہے اور متقی کا درجہ تمام مسلمانوں میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ﴾ (الحجرات۔۱۳)

بے شک تم میں سب سے زیادہ شریف اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو زیادہ متقی ہے

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنِّیۡ لَاَخۡشَاکُمۡ لِلّٰہِ وَاَتۡقَاکُمۡ۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح)

بے شک میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور متقی ہوں۔

قرآن مجید میں ولی اللہ اور اولیاء اللہ کی تعریف ہی یہ کی گئی ہے۔

﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ الَّذِیۡنَ

آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ، لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ﴾ (سورۃ یونس۔۶۳)

یادرکھو! اَولیاءاللہ پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور بچتے رہتے تھے،ان کے لیے خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی۔

اسی لیے محقق صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک تصوف میں اصل زور گناہوں سے بچنے پر دیا جاتا ہے، اور بالخصوص باطنی گناہوں یعنی اخلاق ذمیمہ کو دور کرنے پر۔ کیونکہ ظاہری گناہ تو سب کو نظر آجاتے ہیں اور عام دیندار اُن سے بچتے ہی ہیں، لیکن باطنی گناہ اور اخلاق ذمیمہ باطنہ دوسروں کو تو کیا نظر آتے خود آدمی کو بھی اپنے باطنی عیوب کا ادراک مشکل سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کو اپنے اندر سے دور کرنا زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے ـــــ ''تقویٰ'' کی اسی اہمیت کے پیش نظر کئی اکابر صوفیاء کرام اپنے مریدوں سے بیعت لیتے وقت ''آیت بیعت النساءؔ'' کی بھی تلاوت کرتے ہیں اور بعض صوفیاء کرام آیت بیعۃ النساء اور حدیث عبادۃ رضی اللہ عنہ میں ذکر کردہ الفاظ بھی بیعت کے معاہدہ میں شامل کردیتے ہیں تاکہ آیت کریمہ اور حدیث شریف کی برکات بھی شامل ہوں اور تصوف کی اصل حقیقت بھی سامنے آجائے۔

مختلف مواقع پر بیعت کے الفاظ میں اضافہ اور فرق

احادیث شریفہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بیعت کے لیے کوئی لگے بندھے الفاظ متعین نہیں تھے بلکہ مختلف مواقع پر، مختلف افراد کی مصالح، یا ان کے حالات کو سامنے رکھ کر معاہدۂ بیعت کے الفاظ میں فرق بھی کیا گیا ہے یا کمی زیادتی کی گئی ہے۔

مثلاً ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے بیعت لی تو آیت بیعۃ النساء کے الفاظ پر ان الفاظ کا اضافہ فرمایا کہ "ولا ینُحنَ" کہ وہ کسی کے مرنے پر نوحہ نہیں کریں گی (۱)۔ (ترمذی ابواب التفسیر ص۱۶۴ ج۲)

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے آپ نے بیعت لی تو نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے کے عہد کے ساتھ یہ عہد بھی لیا کہ وہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کریں گے (۲)۔ "النصح لکل مسلم" (ابواب البر والصلۃ جامع ترمذی ص۱۴ ج۲)

اسی طرح حضرت عوف بن مالک اُشجعی رضی اللہ عنہ اور ان کے سات آٹھ ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرو گے؟ ہم نے اپنے ہاتھ بیعت کے لیے بڑھائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کس چیز پر بیعت کریں آپ نے فرمایا اس بات پر کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گے، پانچوں نمازیں ادا کرو گے اور احکام کو سنو گے اور ان کی اطاعت کرو گے۔ (شریعت وتصوف ۱۰۰ بحوالہ مسلم، اَبوداؤد، ونسائی)

اب تک قرآن کریم کی آیت اور احادیث شریفہ سے جو تفصیل ذکر کی گئی اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بیعت کا بنیادی مقصد گناہوں سے بچنا اور فرائض وواجبات

---

(۱) روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بیعت کرنے والی خواتین میں ایک صحابیہ ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جب آپ نے نوحہ نہ کرنے کی شق ذکر فرمائی تو انہوں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا کہ میں یہ شرط پوری نہ کرسکوں گی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بچایا اور وہ بیعت بھی ہوئیں، معلوم ہوا کہ صحابی خواتین بھی رواروی میں بیعت نہیں کرتی تھیں بلکہ بہت سوچ سمجھ کر بیعت کرتی تھیں۔

(۲) اسی عہد کی وجہ سے حضرت جریر بن عبداللہ ص نے اس گھوڑے کی قیمت بائع کو آٹھ سو درہم دلوائی جو ان کا مینجر تین سو درہم میں اس سے خرید چکا تھا۔ معلوم ہوا کہ جن باتوں پر بیعت کی گئی ہوا نہیں پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

اورحقوق کا ادا کرنا ہے بالخصوص باطنی گناہوں سے بچنا اصل مقصود ہےاورؤہی تصوف وسلوک کا اصل موضوع ہے،اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ ظاہری گناہ مثلاً قتل،سود، شراب نوشی، زنا،رشوت، حرام خوری اور فساد فی الارض، جیسے گناہوں سے تو عام مسلمان بھی نفرت کرتا ہےاوراگرکوئی ان گناہوں میں مبتلا ہوتو وہ خودبھی اپنے آپ کو گناہگار سمجھتا ہےاورلوگ بھی اسے قاتل، بدکار،حرام خور، رشوت خور،غنڈہ،فسادی کے الفاظ سے یادکرتے ہیں اورانسانی معاشرہ میں بہرحال اسے براہی سمجھا جاتا ہے ______ اسی طرح جوشخص فرائض وواجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہےاسےنمازی، صوم وصلاۃ کا پابند دیندار سمجھا جاتا ہےاورلوگ اسے اچھا مسلمان قرار دیتے ہیں اور دینی معاشرہ میں اس کی قدر کی جاتی ہے ______ حقوق العباد کے معاملہ میں اگر چہ کوتاہی اب بہت عام ہوگئی ہے،اور جولوگ ظاہراًاعمال صالحہ کا اہتمام کرتے ہیں ان کی توجہ بھی اب حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف کم بلکہ بہت کم ہوگئی ہے،لیکن ان سب کے باوجود چونکہ حقوق العباد کا تعلق بندوں سے ہوتا ہے اس لیے جن انسانوں کے حقوق ضائع کئے جاتے ہیں مثلاً والدین، بیوی،اولاد،رشتہ دار، پڑوسی ملازم،وغیرہ وہ اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرسکیں تو بھی وہ خوداوران کے قریب اوردور کےلوگ حقوق کی پامالی کو بہرحال بُرا سمجھتے ہیں اوراسے بجاطور پرظلم قرار دے کرحقوق ادانہ کرنے والے شخص کونفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اگر چہ باہرمعاشرہ میں اسے ظاہری وضع قطع کے اعتبار سے نیک ہی سمجھا جاتا ہو۔

اس لیے حقیقی دیندار، صالح بجاطور پر وہی سمجھا جاسکتا ہے۔(۱)جو ظاہری گناہوں سے بھی بچتا ہو(۲) فرائض وواجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہو،اور(۳) حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی پورا خیال رکھتا ہو ______ اگرکوئی شخص اسلام کے ان

تین بڑے بڑے احکامات پر عمل پیرا ہو تو یقیناً وہ ایک اچھا مسلمان ہے، قابلِ احترام ہے، صالحین میں اس کا شمار ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ جنت کے راستہ کی طرف گامزن ہے اور انشاء اللہ اسے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں نصیب ہوں گی ـــــ لیکن ـــــ بات یہیں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ اس سے بھی آگے ایک ضروری درجہ ہے جسے ہم ایمانِ کامل کہہ سکتے ہیں اور اس درجہ کے حاصل ہونے کے بعد ہی وہ کامل دیندار، اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور مؤمن کامل کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے، اور وہ یہ کہ یہ شخص جو ظاہری اعتبار سے صالح اور دیندار بن گیا ہے اب باطنی اعتبار سے بھی صالح اور دیندار بنے یعنی اندر سے ان باطنی گناہوں کو دور کرے جنہیں باطنی عیوب، اخلاقِ ذمیمہ، نفسیاتی بیماریاں، اور قلبی امراض بھی کہا جاتا ہے، نیز اپنے دل اور دماغ کو اخلاق حمیدہ، ملکات فاضلہ سے آراستہ اور مزین کرے تاکہ ظاہر کے ساتھ اس کا باطن بھی درست ہو۔ کیونکہ باطنی اور نفسیاتی بیماریوں کو دور کیے بغیر باطن درست نہیں ہوسکتا۔

اس کو ایک آسان مثال سے سمجھا جاسکتا ہے، ایک مسلمان جو ظاہری گناہوں سے بھی بچتا ہے۔ اور فرائض و واجبات کا بھی اہتمام کرتا ہے اور فرض کر لیجئے [1] کہ اپنے تمام متعلقین کے حقوق بھی شریعت کے مطابق بحسن و خوبی ادا کرتا ہے، لیکن یہ سب کام کرنے کے بعد وہ اپنے دل میں آپ کو ''بڑا'' سمجھتا ہے اور دوسروں کو اپنے مقابلہ میں دینی یا دینوی اعتبار سے ''حقیر'' خیال کر کے ان پر حقارت کی نگاہ ڈالتا ہے تو

(۱) ''فرض کر لیجئے'' اس لیے کہ جو شخص سب حقوق العباد محنت اور کوشش کر کے ادا کرتا ہو بالعموم اس کا باطنی تزکیہ بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہتا ہے کیونکہ حقوق العباد ادا کرنے میں خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں جو تزکیہ کے حصول کے لیے تیر بھدف ہیں۔

وہ بلاشبہ متکبر ہے، اور متکبر جب نفسیاتی طور پر اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، یا اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور اپنے آپ کو جنت کا مستحق سمجھے گا، تو یقیناً وہ عام مسلمانوں اور اپنے عام متعلقین کو کمتر جانے گا، انہیں جہنم کا مستحق قرار دے گا اور اسے ان پر اور ان کی دینی حالت پر شدید غصہ آئے گا، پھر یہ ان کے ساتھ بدتمیزی، بدتہذیبی بلکہ ظلم کا رویہ اختیار کرے گا، جس سے معاشرہ کے اندر فساد، ظلم اور نفرتوں کا دروازہ کھل جائے گا بلکہ لوگوں میں ایسے دیندار سے تنفّر پیدا ہوگا جو معاشرہ کے لیے مہلک ہوگا۔ اسی لیے تمام اکابر علماء، صوفیاء کا اتفاق ہے کہ صرف ایک ''تکبر'' کی باطنی نفسانی بیماری ہی بیسیوں بلکہ سینکڑوں گناہوں کا ذریعہ بنتی ہیں، غصہ، حسد، بغض، بدزبانی، بدگمانی، ظلم، غیبت، بہتان اور ان جیسے کبیرہ گناہوں کی بنیاد اسی ''تکبر'' کو قرار دیا گیا ہے۔

اسی لیے بیعت تصوف کا بنیادی موضوع ''باطنی گناہوں'' کو دور کرنا ہے جب یہ باطنی گناہ 'جنہیں اخلاقِ ذمیمہ، نفسیاتی بیماریاں، باطنی عیوب بھی کہا جاتا ہے انسان کے اندر سے یعنی اس کے دل اور دماغ سے نکلیں گے اور انسان کے اندر اس کے دل اور دماغ میں اخلاقِ حمیدہ، ملکات فاضلہ پیدا ہوں گے، تو ان شاء اللہ وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور مؤمن کامل ہوگا، اس کا ظاہر و باطن منور ہوگا، اس کے تعلق مع اللہ اور سکون اور سکینت میں روز بروز بلکہ لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوگا، اور وہ صدّیقین کے مقام کی طرف بڑھتا جائے گا۔

ایک عوامی غلطی

اب ایک عام غلطی یہ پیدا ہوگئی ہے کہ ''بیعتِ تصوف'' اوراد واذکار، اور اشغال ووظائف کا نام بن گئی ہے، جو شخص کسی پیر کیے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اس کے ذہن میں عام طور سے اتنا ہی ہوتا ہے کہ شیخ مجھے جو اوراد و وظائف بتائے گا میں ان کی

پابندی کرلوں گا، اور شیخ بھی اسے اورادو وظائف ہی کی تعلیم کرتے ہیں، بلکہ اب تو اس سے بھی نچلے درجہ کی خطرناک صورت حال یہ پیدا ہوگئی ہے کہ کسی معروف بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہوجانا ہی نجات کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے، اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ جو اس بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہوگیا بس اس کے لیے نجات پیدا ہوگئی۔

یہ درست ہے کہ کسی بزرگ سے محبت یا تعلق ہوجاتا بھی بڑی نعمت ہے جس پر شکر ادا کرنا چاہئے لیکن یہ تعلق کافی نہیں خود بھی مسلمان کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے، کیونکہ آخرت میں ایک شخص کا ایمان اور فرائض وواجبات دوسرے کے کام نہ آئیں گے۔

اسی طرح یہ بھی اگرچہ درست ہے کہ ذکراللہ پر مبنی اورادو وظائف بڑی سعادت ہیں کیونکہ ذکراللہ کی برکت سے گناہ کم ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے، اعمالِ صالحہ کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے، اور آخرت کی نجات کا راستہ کھلتا ہے لیکن صرف ''ذکراللہ'' کے لیے شیخ کی یا تصوف کی، یا بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن وحدیث کے اذکار تو شیخ کے بغیر بھی بڑی نعمت ہیں اور یہ مذکورہ فوائد تو ذکراللہ سے بہر حال حاصل ہوسکتے ہیں، اگرچہ نہ اس کا شیخ ہو نہ اس نے بیعت کی ہو کیونکہ ذکراللہ اور رجوع الی اللہ تو ہر حال میں مفید ہی مفید ہے، محض اس کے لیے شیخ سے بیعت کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔

شیخ کی ضرورت تو باطنی عیوب کی اصلاح کے لیے ہوتی ہے، کیونکہ اپنے اندر کے باطنی عیوب اور اپنے اندر کی نفسیاتی بیماریاں تو بسا اوقات آدمی کو خود معلوم بھی نہیں ہوتیں، اور اگر آدمی کو خود معلوم بھی ہوجائیں تو آدمی خود اپنا نفسیاتی اور روحانی علاج نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ شخص اپنا نفسیاتی اور باطنی علاج اپنے دل اور دماغ اور اپنی تدابیر

سے کرے گا، جبکہ خود اس کے دل و دماغ باطنی جراثیم سے بھرے ہوئے ہیں، اس لیے اپنی تدابیر کا مؤثر ہونا مشکل ہے، پھر ان جراثیم کو جو اندر جڑ پکڑ گئے ہوں اندر سے اکھاڑنا آسان نہیں ہے اس کے لیے اکثر طویل وقت، اپنے محاسبہ کی طرف مسلسل توجہ، اور شیخ کی مسلسل رہنمائی درکار ہوتی ہے، اس کے بغیر اندر کی یہ بیماریاں دور نہیں ہوتیں، الّا یہ کہ کسی پر اللہ تعالی کا خاص فضل ہو جائے، کہ عشقِ خداوندی کا شعلہ ان سب خرابیوں کو جلا کر راکھ بلکہ کھاد کر دے، فارسی میں کسی نے خوب کہا: ؎

عشق آں شعلہ ایست کو چو برفروخت　　　ہر چہ جز معشوق باقی، جملہ سوخت

اور اردو میں کسی نے اس شعر کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے: ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بد بَلا　　　دے سوا معشوق کے، سب کو جلا

جب تک تصوف کی یہ ساری حقیقت معلوم نہ ہو اس وقت تک نہ تصوف کا مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے نہ شیخ اور بیعت کا مطلب، (اور خالی الفاظ سے دنیا میں کام نہیں چلتا۔) اس لیے بیعت تصوف کو اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے کہ یہ اصل میں بیعت علی التقویٰ ہے اور قرآن مجید کی آیت ﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾ (سورۃ الأنعام۔۱۲) (ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ و اور باطنی گناہوں کو بھی) کے مطابق ظاہر و باطن کی اصلاح کا معاہدہ ہے جس میں باطن کی اصلاح بنیادی موضوع ہے جس کے لیے شیخ اور مصلح کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی قدس سرّہٗ کا

ایک اہم مکتوب

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے وقت کے عظیم المرتبت ولی اللہ، شیخِ کامل، مسیح القلوب، حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی قدس سرہ (خلیفۂ مجاز حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ) کی ایک اہم تحریر دلپذیر نقل کردی جائے جو حضرت قدس سرہ نے احقر کے عریضہ کے جواب میں بطور مکتوب تحریر فرمائی تھی اس زمانہ میں حضرت انڈیا سے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے، احقر بھی لاہور میں مقیم تھا اور حضرت سے اصلاحی تعلق قائم کیا تھا، اسی سفر میں احقر کو حضرت سے بیعت کی سعادت بھی نصیب ہوئی، دست بدست بیعت سے بارہ، تیرہ یوم قبل ۱۸؍صفر ۱۴۰۷ھ کو حضرت والا نے یہ مکتوب احقر کو تحریر فرمایا اس مکتوب میں طریقت وتصوف کا پورا خلاصہ آگیا ہے اور اس سے بیعت علی التقوی کی حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے، اس مکتوب کے الفاظ اگرچہ کچھ مشکل ہیں اور جامع مانع قسم کے الفاظ ہیں لیکن موتیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں، اور پوری تحریر علماء، طلباء اور مشائخ کے لیے اہم دستور العمل ہے، احقر یہ خط اس لیے عام کررہا ہے تاکہ اگر احقر اس سے فائدہ نہ اٹھاسکے تو دوسرے حضرات اس سے فائدہ اٹھالیں اور شاید یہ خط اس ناکارہ کے لیے اپنے مشائخ کی برکت اور آخرت کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ واللہ تعالیٰ هو الموفق۔ تحریر یہ ہے:

’’عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ وزید مجد ہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اعلم کہ شریعت کے دو جزو ہیں: مامور بہا اور منہی عنہا، مامور بہا کے دو جزو ہیں، متعلق بالظاہر ومتعلق بالباطن، منہی عنہا کے بھی دو جز ہیں متعلق بالظاہر اور متعلق بالباطن۔ شریعت کے متعلق بالباطن کو سلوک تصوف کہا جاتا ہے۔ اسی باطن سے سلوک میں بحث کی جاتی ہے اور وہ اس کا موضوع ہے۔ ان کو موسوم کیا جاتا ہے، اخلاق کے ساتھ، اور وہ دو قسم کے ہیں، اخلاقِ محمودہ اور اخلاقِ مذمومہ۔ اخلاقِ محمودہ کا حصول بدرجۂ ملکہ، اور اخلاقِ مذمومہ کا ازالہ بدرجۂ زوال۔

اخلاقِ محمودہ کے حصول بدرجۂ ملکہ کو مقامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

رہے وظائف واوراد واذکار واشغال ومراقبات، وہ تصحیحِ اخلاق کے لیے موقوف علیہ نہیں اور اس درجہ میں فرض نہیں، ہاں البتہ بدرجۂ قبول قلب بانشراح وبشاشت اور حلاوت وگھلاوٹ وانجذاب ومنوّریت موقوف علیہ ہیں اور اس درجہ میں گویا فرض ہیں۔

پس اہتمام باہمیت اصل مقاصد کا چاہئے وہ لوازم مقاصد سے ہے، اس کے ساتھ متعلقات کا اہتمام حسب سہولت، نہ کہ بالعکس۔

اس لیے حسبِ حالِ طالبِ صادق شیخ معمولاتِ اوراد تعلیم کرتا ہے، اس پر قناعت وکفایت، طالبِ سلوک کے آداب میں سے ہے۔

اپنا عقل، علم، تجربہ رائی بدرجۂ معدوم ہیں۔ بلاچون وچرا تعلیمِ شیخ قبول۔ معمولات فارغ البال کے لیے اور مشغول کے لیے

اور

آپ مشغول بمعاد بتدریس ہیں، اور مشغول بمعاد بمعاشرت بمکان ہیں، اور مشغول بمعاد بدکان بسکون معیشت بسکینت للمعاد ہیں بلحاظ إنما الأعمال بالنیات۔

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ۔۱۸؍صفر ۱۴۰۷ھ"۔

(۳)

k

اس مکتوب مبارک کی تشریح

p q p q p q

مکتوب:

''عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ وزیدمجدہم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اعلم کہ شریعت کے دوجزو ہیں: ماموربہا اور منہی عنہا، ماموربہا کے دوجزو ہیں، متعلق بالظاہر و متعلق بالباطن، منہی عنہا کے بھی دو جز ہیں متعلق بالظاہر اور متعلق بالباطن۔ شریعت کے متعلق بالباطن کو سلوک تصوف کہا جاتا ہے۔اسی باطن سے سلوک میں بحث کی جاتی ہے اور وہ اس کا موضوع ہے۔ان کو موسوم کیا جاتا ہے، اخلاق کے ساتھ، اور وہ دو قسم کے ہیں، اخلاقِ محمودہ اور اخلاقِ مذمومہ۔ اخلاقِ محمودہ کا حصول بدرجۂ ملکہ، اور اخلاقِ مذمومہ کا ازالہ بدرجۂ زوال۔ اخلاقِ محمودہ کے حصول بدرجۂ ملکہ کو مقامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تشریح:

سیدی و مرشدی مسیح القلوب حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ مکتوب علم وحکمت کا گراں مایہ خزینہ ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تشریح کردی جائے تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکے۔

ا......شریعت نے کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے جیسے نماز، روزہ اور اخلاص وغیرہ، انہیں ماموربہا کہا جاتا ہے اور کچھ کاموں کے کرنے سے روکا ہے جیسے شراب

نوشی، حرام خوری، رشوت، غیبت، دکھاوا اور حسد وغیرہ، انہیں منھی عنہا کہا جاتا ہے۔

۲......**(الف)** جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے ان میں سے بعض ظاہر سے متعلق ہیں جو نظر آتے ہیں، جیسے وضو، نماز، زکوٰۃ وغیرہ اور بعض باطن سے متعلق ہیں جو نظر نہیں آتے جیسے اخلاص خدا کا خوف، اللہ تعالیٰ سے محبت۔

(ب) اسی طرح جن کاموں سے روکا گیا ہے ان میں سے بھی کچھ ظاہر سے متعلق ہیں جیسے شراب، رشوت، غیبت وغیرہ اور کچھ باطن سے متعلق ہیں جیسے ریاء یعنی دکھاوا، حسد، دُنیا کی محبت اور حرص وغیرہ۔

۳......شریعت کے ظاہری احکام خواہ وہ مامور بہا ہوں یعنی جس کے کرنے کا حکم ہے یا منھی عنہا ہوں یعنی جن سے روکا گیا ہے، ان سے عام طور سے ''فقہ'' میں بحث کی جاتی ہے، انہیں فقہی مسائل بھی کہہ سکتے ہیں۔

۴......شریعت کے جو احکام باطن سے متعلق ہیں یعنی وہ کرنے کے ہوں یا رُکنے اور بچنے کے ان سے ''تصوّف'' میں بحث کی جاتی ہے، انہیں تصوّف کے مسائل بھی کہہ سکتے ہیں اور باطنی احکام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور تصوّف اور صوفیاء کی زبان میں انہیں ''اخلاق'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۵......باطنی احکام جنہیں ''اخلاق'' سے تعبیر کیا گیا ہے ان میں سے جو کام کرنے کے ہیں انہیں اخلاقِ حمیدہ یعنی اچھے اخلاق کہا جاتا ہے اور جن سے بچنے کا حکم انہیں اخلاقِ ذمیمہ یعنی بُرے اخلاق کہا جاتا ہے۔ اخلاقِ حمیدہ جیسے توحید، اخلاص، توبہ، محبت، شوق، خوف، رجا، زہد، توکل، صبر، شکر، صدق، تفویض اور رضا وغیرہ۔ اور اخلاقِ ذمیمہ یعنی بُرے اخلاق جیسے حرص، غُصہ، جھوٹ، حسد، بُخل، ریاء، عجب، تکبر، کینہ، حُبِّ جاہ، حُبِّ دُنیا وغیرہ۔

۶......اخلاقِ حمیدہ[1] کو حاصل کرنا پڑتا ہے یعنی اُنہیں حاصل کرنے کے لئے فکر اور محنت کرنی پڑتی ہے۔ نفس اور شیطان کو دبانا پڑتا ہے تا کہ ان اخلاقِ حمیدہ پر بآسانی عمل کیا جاسکے۔ شروع شروع میں ان اخلاقِ حمیدہ پر عمل کرنے میں کلفت اور تکلف برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن فکر اور محنت کے نتیجہ میں ان اخلاقِ حمیدہ کی عادت ہونے لگتی ہے اور پھر یہ اخلاقِ حمیدہ آدمی کی فطرت میں داخل ہو جاتے ہیں یعنی اپنے اپنے وقت پر خود بخود ان پر عمل ہو جاتا ہے اسے حضرتؒ نے ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے کہ:

''اخلاقِ حمیدہ کا حصول بدرجۂ ملکہ''

جب یہ اخلاقِ حمیدہ عادت بن کر آدمی کی فطرت کا حصہ بن جائیں تو اسے کہا جائیگا کہ اس آدمی کو اخلاقِ حمیدہ بدرجۂ ملکہ حاصل ہو گئے ہیں۔ پھر جب ان اخلاقِ حمیدہ کا رُسوخ ہو جائے اور ہر ہر موقعہ پر انہیں اخلاقِ حمیدہ پر عمل ہونے لگے تو کہا جاتا ہے کہ یہ ''صاحبِ مقامات'' ہے اور اب اخلاقِ حمیدہ نے اس کے دِل میں مقام بنالیا ہے یعنی یہ شخص ہمیشہ ان اخلاقِ حمیدہ پر قائم رہتا ہے۔

۷......اسی طرح اخلاقِ ذمیمہ یعنی بُری عادات بُری صفات کو اپنے اندر سے نکالنے اور دُور کرنے کے لئے بھی فکر کے ساتھ محنت کرنی پڑتی ہے، تکلیف اٹھا کر اور خون کے گھونٹ پی کر اور صبر برداشت کر کے ان بُری عادتوں کو چھوڑنا پڑتا ہے اور کوشش کر کر کے بُری صفات اپنے اندر سے دور کرنی پڑتی ہیں ان روحانی بیماریوں کو ختم کرنے کے لئے شیخ سے جو روحانی معالج ہوتا ہے رجوع کرنا پڑتا

(۱) حضرت قدس سرہ نے احقر محمود کے نام مکتوب میں انہیں ''اخلاقِ محمودہ'' سے تعبیر فرمایا ہے مگر اپنی کتاب شریعت وتصوّف میں اخلاقِ حمیدہ کا عنوان رکھا ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے جیسے اخلاقِ مذمومہ یا اخلاقِ ذمیمہ کا معنی ایک ہی ہے۔۱۲محمود

ہے اوراس کے بتائے ہوئے علاج کے طریقوں پر عمل کر کے ان بیماریوں سے جان چُھڑانی پڑتی ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ یہ ''اخلاقِ ذمیمہ'' مغلوب ہوجاتے ہیں۔ان کا فطری مادہ تو آدمی کے اندر باقی رہتا ہے لیکن یہ اخلاقِ ذمیمہ اسے نقصان نہیں پہنچاتے اور یہ شخص ان سے ہمیشہ اور مسلسل بچتا ہی رہتا ہے گویا یہ اخلاقِ ذمیمہ اب اس شخص کے اندر سے گویا زائل یعنی دُور ہو گئے ہیں اسے حضرتؒ نے فرمایا:

''اوراخلاقِ ذمیمہ کا ازالہ بدرجۂ زوال''

یعنی ان بُرے اخلاق کا مادہ اگرچہ اندر باقی رہتا ہے مگر یہ شخص ان اخلاقِ ذمیمہ پر چونکہ عمل نہیں کرتا اس لئے گویا ان کا ازالہ بدرجۂ زوال ہو گیا ہے۔(۱)

خلاصہ

یہ کہ تصوّف وسلوک کا اصل مقصود باطنی اخلاقِ حمیدہ کو حاصل کرنا ہے اس طرح کہ اُن میں ملکہ حاصل ہوجائے اور باطنی اخلاقِ ذمیمہ کو دور کرنا ہے اس طرح کہ گویا وہ ہم سے ختم ہوجائیں۔

اضافی فائدہ

ہمارے اکابر کا زیادہ زور اخلاقِ ذمیمہ کے دور کرنے پر ہوتا ہے کیوں کہ اگر اخلاقِ ذمیمہ دور ہوجائیں تو اخلاقِ حمیدہ پیدا ہوتے اور آسان ہوجاتے ہیں جیسے اگر بیماری دور ہوجائے تو صحت خود بخود نصیب ہوجاتی ہے جبکہ متوازن غذا کا اہتمام رہے۔

مکتوب:

رہے وظائف واوراد واذکار واشغال ومراقبات، وہ تصحیحِ اخلاق کے لیے

---

(۱) نوٹ: مگر چونکہ اصل مادہ بہرحال باقی رہتا ہے اس لئے شیخ ہو یا منتہی وہ کبھی بھی نفس اور شیطان کے حملوں سے غافل نہیں ہوتا کیوں کہ کسی بھی وقت یہ بُرائی کا مادہ معتاد یعنی نارمل رینج سے بڑھ کر نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے اور آدمی کو گناہ میں مبتلا کرسکتا ہے۔

موقوف علیہ نہیں اور اس درجہ میں فرض نہیں، ہاں البتہ بدرجۂ قبول قلب بانشراح وبشاشت اور حلاوت وگھلاوٹ وانجذاب ومنّوریت موقوف علیہ ہیں اور اس درجہ میں گویا فرض ہیں۔

تشریح:

تصوّف کے اس راستہ میں اوراد ووظائف اور اشغال ومراقبات بھی تعلیم کئے جاتے ہیں۔

''اوراد ووظائف'' یعنی ذکر اللہ کے وہ کلمات جو براہِ راست قرآن وحدیث سے ثابت اور منقول ہوں اسی طرح وہ اذکار جن کی اصل تو قرآن وسنت سے ثابت ہو مگر ان کی تعداد وغیرہ مشائخ کے تجربہ سے ثابت ہو......

''اشغال'' یعنی ذکر کا خاص طریقہ یا خاص وقت میں ذکر کا خاص طریقہ جو باطن کی صفائی کے لئے مؤثر ہو۔

''مراقبہ'' کا مطلب سوچنا اور غور کرنا جیسے مراقبۂ موت، مراقبۂ قبر، مراقبۂ شکر وغیرہ جن کے سوچنے سے آدمی کی سوچ اور فکر کی اصلاح ہو۔(۱)

یہ وظائف، واوراد، اشغال ومراقبات اخلاق کی درستی کے لئے لازم (موقوف علیہ) اور فرض نہیں ہیں (اسی لئے بعض حضرات ان کا اہتمام کرنے کے باوجود صاحبِ اخلاق یا صاحبِ مقامات نہیں ہوتے اور بعض حضرات کے قلوب ان اذکار

---

(۱) یہ چاروں چیزیں یعنی اوراد ووظائف اشغال ومراقبات تلاوتِ قرآن میں اور خاص طور پر نوافل میں قرآن پاک کی تلاوت اور مزید خاص طور پر قرآن پاک کی تدبّر کے ساتھ تلاوت کرنے سے حاصل ہوجاتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کو یہ سب نعمتیں قرآن مجید کی تلاوت اور اس میں تدبّر سے حاصل ہوجاتی تھیں...... اسی لئے احقر کے مرشد ومحسن حضرت نواب قیصر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ احقر کو بتایا کہ حضرت تھانویؒ آخری زمانہ میں نماز اور تلاوتِ قرآن پر زور دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صحابہ وسلف صالحین کو اسی کا اہتمام زیادہ تھا۔۱۲محمود

کے بغیر بھی تلاوتِ قرآن اور حادثات کے اضطراری تزکیہ سے منوّر ہوجاتے ہیں، لٰہذا یہ چاروں چیزیں اگرچہ سلوک میں براہِ راست مقصود نہیں (بلکہ اخلاق کا تزکیہ مقصود ہے) البتہ ان اذکار کے ذریعہ دِل میں نُور، ایمان میں حلاوت، قرآن وسنت کی تاثیر سے تأثر (انجذاب) پیدا ہوتا ہے بشرطیکہ یہ اذکار کسی تجربہ کار شیخ نے سالک کے حالات کو دیکھ کر تجویز کئے ہوں اور صرف اتنی تعداد میں ہوں جن سے قلب میں بشاشت اور انشراح باقی رہے (جھنجلاہٹ، بے چینی، غُصّہ پیدا نہ ہو) ایسے اذکار سلوک میں ضروری ہوتے ہیں اور اس درجہ میں گویا فرض کی طرح ہیں۔

مکتوب:

پس اہتمام باہمیت اصل مقاصد کا چاہئے وہ لوازم مقاصد سے ہے، اس کے ساتھ متعلقات کا اہتمام حسب سہولت، نہ کہ بالعکس۔

تشریح:

لٰہذا تصوّف میں اصل اہتمام اس کا ہونا چاہئے کہ اخلاقِ ذمیمہ دُور ہوں اور اخلاقِ حمیدہ پیدا ہوں اور وظائف وغیرہ صرف اتنے رکھے جائیں جو سہولت سے ہوسکیں اور جن سے طبیعت میں بشاشت اور شرحِ صدر برقرار رہے۔ اس کا اُلٹ کردینا کہ وظائف کی کثرت کی وجہ سے آدمی کے اخلاق خراب ہوجائیں اور وہ غُصّہ، تکبّر، عجب یا جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہوجائے سخت غلطی ہے۔

مکتوب:

اس لیے حسبِ حالِ طالبِ صادق شیخ معمولاتِ اوراد تعلیم کرتا ہے، اس پر قناعت وکفایت، طالبِ سلوک کے آداب میں سے ہے۔

اپنا عقل، علم، تجربہ رائی بدرجۂ معدوم ہیں۔ بلاچون وچرا تعلیمِ شیخ قبول۔

معمولات فارغ البال کے لیے اور مشغول کے لیے اور ______

تشریح:

لٰہذا اگر شیخ ماہر اور تجربہ کار ہے اور مرید طالبِ صادق ہے تو شیخ اس طالب

صادق کے حالات کے مناسب اور اس کے مشاغل کو سامنے رکھ کر اس کے لئے معمولات تجویز کرتا ہے جو کم بھی ہو سکتے ہیں اور زیادہ بھی۔ اگر طالبِ صادق کو اپنے شیخ پر اعتماد ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ شیخ کے بتائے ہوئے معمولات پر اکتفاء کرے یعنی انہیں اپنے لئے کافی اور شافی سمجھے اور پابندی سے اس پر عمل پیرا ہو۔ اپنی معلومات، اپنے علم، اپنے تجربہ، اپنی رائے کو شیخ کی رائے کے سامنے بالکل ختم کردے اور شیخ کے بتائے ہوئے طریقہ کو بلا چون و چرا قبول کرے اور سمجھے کہ مجھے شیخ کے بتائے ہوئے طریقہ ہی سے شفاء نصیب ہوگی، معالج کے مقابلہ میں اپنی رائے چلانا بالکل درست نہیں۔

مکتوب:

آپ مشغول بمعاد بتدریس ہیں، اور مشغول بمعاد بمعاشرت بمکان ہیں، اور مشغول بمعاد بدکان بسکون معیشت بسکینت للمعاد ہیں بلحاظ إنما الأعمال بالنیات۔

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ۔
۱۸ر صفر ۱۴۰۷ھ"۔

تشریح:

یعنی حدیث کے مطابق اگر نیت درست ہو (اور عمل شریعت کے احکام کے مطابق ہو) تو آپ مدرسہ میں جو تدریس کررہے ہو وہ آخرت کے لئے ہے، گھر میں معاشرت کے شرعی احکام پر جو عمل کررہے ہو، وہ بھی آخرت میں مشغولی ہے اسی طرح دُکان پر تجارت اگر اس لئے ہو کہ مَیں سکون اور سکینت کے ساتھ سب کے حقوق ادا کرکے آخرت کی تیاری کرسکوں تو یہ بھی آخرت کی تیاری میں داخل ہے۔ بس نیت

درست ہونی چاہئے۔[۱]

خلاصہ:

اس پورے مکتوب کا بھی حاصل یہی ہے کہ اصل اہتمام تقوی کا چاہئے، بالخصوص باطنی عیوب کو اپنے اندر سے دور کرنا چاہئے اور وظائف واوراد بس[۲] اس حد تک ہونے چاہئیں جو بشاشتِ قلبی کے ساتھ اس طریق میں معین اور مدد گار ثابت ہوں اور یہ بھی کہ مسلمان اگر اپنے دن بھر کے مشاغل مثلاً ملازمت، تجارت اور گھر کے لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اس نیت سے کرے کہ میں سکون، اور سکینت کے ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کر کے آخرت کی نجات حاصل کر سکوں تو یہ بھی دین اور طریق تصوف ہی کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تقوی اور ایمان کامل کی دولت سے منور فرمادیں، ہمیں صلاح وفلاح دارین عطا کریں ہمارے ظاہر وباطن کو درست فرمادیں اور باطن کو ظاہر کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بہتر کردیں۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

(۱) حضرت گنگوہیؒ قدس سرّہ کا ارشاد ہے کہ جن وانس کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے (سورۃ الذاریات) لیکن دیکھا جائے تو چوبیس گھنٹوں میں شاید چار گھنٹے عبادات میں صرف ہوتے ہیں اور باقی دُنیا کے کاموں میں لیکن اگر باقی بیس گھنٹے دُنیا کے جائز کام اس لئے ہوں کہ میں چار گھنٹے اللہ تعالیٰ کی عبادت آرام اور سکون سے کرسکوں تو یہ بیس گھنٹے بھی عبادت ہی میں شمار ہوں گے۔

(۲) یعنی روزانہ کا معمول تلاوت اور اوراد ووظائف کا تو صرف اتنا متعین کرنا چاہئے جو مناسب حد تک ہو جسے آدمی بآسانی آخرِ عمر تک نباہ سکے، اور جس کے ساتھ بشاشت قلبی بھی باقی رہے، البتہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ، دعا اور رجوع الی اللہ کا اہتمام ہمہ وقت کرنا لازم ہے، حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ نے ایک صاحب کے بارے میں جنہوں نے خود اپنے اوپر بہت سے وظائف متعین کئے ہوئے تھے جس سے ان کے معمولات زندگی سب متأثر تھے اور وہ جھنجھلاہٹ کا شکار رہتے تھے مزاحاً فرمایا: ایسا آدمی تو مجموعۂ وظائف ہوتا ہے۔ ۱۲م

(۴)

k

اصلاحی تعلق قائم کرنے والے احباب کے نام احقر کی تحریر

مردوں میں سے جو حضرات احقر سے حُسن ظن رکھنے کی بناء پر احقر سے اصلاحی تعلق کی درخواست کرتے ہیں احقر انہیں یہ تحریر بھیج دیتا ہے۔ احقر نے یہ تحریر اپنے شیخ ومرشد محسن ومشفق حضرت نواب قیصر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دکھائی تھی حضرتؒ نے ''تہجد'' کے بجائے ''صلاۃ اللیل'' کا لفظ تبدیل کیا ہے، باقی کوئی ترمیم نہیں فرمائی۔ اس طرح بحمد اللہ تعالیٰ یہ تحریر حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی نظر سے گذری ہوئی ہے لہٰذا احقر کے لئے قابل اطمینان ہے۔

k

بندہ ناکارہ آوارہ احقر محمود اشرف غفر اللہ تعالیٰ لہٗ وعفا اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل محض سے ایک نیک نام دینی خاندان کی نسبت عطا فرمائی، پھر اپنے وقت کے جلیل القدر علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی توفیق سے نوازا۔ اور اپنے دور کے ان ان علماء، صوفیاء، فقہاء اور محدثین کی زیارت وصحبت سے نوازا جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے اور فکرِ آخرت بیدار ہو۔ بائیس سال کی عمر سے بحمد اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی ولی اللہ صاحبِ نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق اور بیعت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کے اقدام عالیہ کے دیدار کی برکت سے بحمد اللہ تعالیٰ دین کے اصولِ صحیحہ پر دِل ودماغ کو اطمینان حاصل ہے للہ الحمد، اگرچہ علم، عمل، خشیت اور تقویٰ میں احقر کو ان نفوسِ قدسیہ سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے۔

اب بال سفید ہوجانے اور ان تعلقاتِ مذکورہ مقدسہ کا علم ہونے کی وجہ سے بعض احباب احقر سے بیعت یا اصلاحی تعلق کے خواہاں ہوتے ہیں، کئی وجوہ کی بناء پر احقر بیعت کی بجائے اصلاحی تعلق کو قبول کرلیتا ہے، اس امید پر کہ احقر کو بھی اپنی اصلاح میں مدد ملے گی لیکن اصلاح باطن کا یہ طریق بالعموم طویل اور مسلسل محنت چاہتا ہے اس میں آدمی کو خود اپنا محاسبہ کرنا پڑتا ہے قدم قدم پر اپنے نفس کی نگرانی کرنی پڑتی ہے اور اپنے اقوال اور افعال کا خود جائزہ لینا ہوتا ہے کہ مجھ سے کہاں کہاں غلطی ہورہی ہے؟ بالخصوص اخلاقِ ذمیمہ باطنہ جو غفلت کی بناء پر انسان کی عادت اور فطرتِ ثانیہ بن چکے ہوتے ہیں ان کا ازالہ (امالہ) کرنے کے لئے عزم اور محنت بھی درکار ہوتے ہیں

اور وقت بھی لگتا ہے الا یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل خاص سے اس کی محبت کا شعلۂ جوّالہ ان سب برائیوں کو جلا کر راکھ کردے۔

عشق آں شعلہ است کو چو بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی، جملہ سوخت

اصلاحی تعلق کے اس راستہ میں کئی چیزوں کا اہتمام لازم ہے، لہٰذا جو احباب احقر سے تعلق رکھنا چاہیں، وہ درج ذیل چیزوں کا اہتمام شروع کریں:

ضروری ہدایات

ا......اصلاحی تعلق محض لوجہ اللہ تعالیٰ ہو۔ سفارش، طلب دُنیا وغیرہ پیشِ نظر نہ ہو، اس اصلاحی تعلق میں ہر اس چیز سے بچنا ضروری ہے جس سے ''حب دُنیا'' کی بو آتی ہو، لہٰذا اس تعلق کو شہرت یا دُنیاوی اغراض کے لئے ہرگز استعمال نہ کریں۔ نیز واضح رہے کہ احقر اپنے دینی احباب کو ان کے دریافت کرنے پر وہ مشورہ دیتا ہے جسے ان کے لئے دینی یا دُنیاوی طور پر درست سمجھتا ہے، مگر وہ مشورہ ہوتا ہے لہٰذا احقر کے اس مشورہ کے بعد اپنے اور دوسروں کے درمیان معاملات کا فیصلہ خود کیا جائے اور اپنے فیصلوں کی نسبت احقر کی طرف ہرگز نہ کی جائے احقر آپ کے فیصلوں اور معاملات کا شرعی طور پر ذمہ دار نہیں ہے، نہ ان فیصلوں کی نسبت اپنی طرف کرنا احقر پسند کرے گا، اس معاملہ میں احتیاط ملحوظ رکھی جائے ورنہ احقر مشورہ اور مکاتبت سے معذور ہوگا۔

۲......حضرت تھانوی قدس سرّہ کے رسالہ ''تسہیل قصد السبیل'' کا بغور مطالعہ '' نیز احقر کے رسالہ'' تصوف کی حقیقت اور اس کا طریقہ کار'' کا مطالعہ کریں، اس

کے بعد حضرت تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات اور مکاتیب اور اکابر علماء دیوبندؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتوی، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ وغیرہ کے سوانح اور مکاتیب کے مطالعہ کا اہتمام کریں۔

۳......پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کریں (خواتین گھر میں اوّل وقت میں ادا کرلیں)۔ طلوع آفتاب کے بعد چار نوافل ومغرب کی سنتوں کے بعد چار نوافل، عشاء میں وتر سے پہلے چار رکعت نوافل صلاۃ اللیل کی نیت سے پڑھیں۔آخر شب میں تہجد کے وقت اٹھ سکیں تو اسے نعمت عظمیٰ سمجھیں اور اس وقت میں نوافل، تلاوت اور دُعا کا اہتمام کریں۔

۴......روزانہ ایک پارہ تلاوت کم از کم (دینی تعلیم سے وابستہ افراد کے لئے) ورنہ نصف پارہ یا جتنا بسہولت ممکن ہو سکے تلاوت کا معمول بنائیں۔

۵......روزانہ مناجاتِ مقبول کی ایک منزل (عربی دُعاؤں والی) پڑھا کریں بین السطور اردو ترجمہ پر بھی نگاہ رکھیں، اور مختلف اوقات اور مختلف اعمال کے لئے اذکارِ مسنونہ کا قدم بقدم خیال رکھیں۔ نیز ایک تسبیح کلمۂ سوم، ایک تسبیح درود شریف، ایک تسبیح استغفار روزانہ کا معمول بنائیں۔

۶......حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص اہتمام کریں اسے نوافل پر مقدم سمجھیں اور یہ ادائیگی محض لوجہ اللہ تعالیٰ ہو۔ (بدلہ یا تعریف کی نیت سے نہ ہو)

۷......زبان سے ذکر اللہ کرتے رہیں ورنہ خاموشی، کثرتِ شکر اور صبر کو اپنا شعار بنائیں۔ (زبان ذاکر ہو، دِل شاکر ہو، بدن صابر ہو) فضول گفتگو بالکل چھوڑ دیں۔

٨...... گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام، بالخصوص تکبر، عجب، غصہ، ریاء، حسد اور غیبت سے بچنے کا خصوصی اہتمام ضروری ہے۔

٩...... رزقِ حلال طیب کا اہتمام کریں دین دار حضرات اس کی کوشش اپنے لئے معیوب نہ سمجھیں بلکہ اسے اپنے لئے باعث ثواب سمجھیں، اس کی مشقت سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

١٠...... وقت ضائع نہ کریں۔ دین کا کام ورنہ دُنیا کا کوئی بھی جائز مفید کام کرتے رہیں، فارغ نہ بیٹھیں، تھک جائیں تو سو جائیں۔

١١...... روزانہ دس سے پندرہ منٹ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر ذکر ''اللہ اللہ'' یا ذکر ''لا الٰہ الا اللہ'' ہلکی ضرب اور ہلکے جہر کے ساتھ کریں احقر سے زبانی طریقہ معلوم کر سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں کے اہتمام کے ساتھ ہر ماہ ایک خط تحریر کر سکتے ہیں، خط کے سامنے صفحہ پر ہی کچھ جگہ جواب کے لئے خالی چھوڑ دیں اور جوابی لفافہ جس پر پتہ لکھا ہوا ہو، ہمراہ ارسال کریں۔ نیز گزارش ہے کہ ڈاک میں خطوط بکثرت ضائع ہو رہے ہیں، کبھی آنے والا خط احقر تک نہیں پہنچتا، اور کبھی دیا جانے والا جواب اور سوال دونوں راستوں میں ضائع ہو جاتے ہیں، اس لئے مناسب ہے کہ خط کا جواب کسی محفوظ ذریعہ مثلاً رجسٹری ڈاک وغیرہ سے منگوایا جائے تاکہ ضائع ہونے کا امکان کم ہو۔

بندہ محمود اشرف غفراللہ لہٗ

١٠/ذوالقعدہ ١٤٣٥ھ

مطالعہ کی کتب

احقر کے احباب یہ کتابیں اپنے مطالعہ میں رکھیں (حسب استعداد وحسب سہولت)

۱......تفسیر معارف القرآن ورنہ تفسیر عثمانی۔

۲......ریاض الصالحین یا مشکوٰۃ المصابیح میں سے کوئی۔

۳......مسائل کے لئے بہشتی زیور دیکھتے رہیں۔

۴......مکاتیب حکیم الامتؒ یعنی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرّہٗ کے مکاتیب اور حضرت تھانویؒ کی طرف سے ان کا جواب۔

۵......مکتوباتِ اشرفیہ، یعنی حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہٗ کے مکاتیب اور حضرت تھانویؒ کی طرف سے ان کا جواب۔

۶......شریعت وتصوّف از حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی قدس سرّہٗ۔

۷......حضرت تھانوی قدس سرّہٗ کے مواعظ وملفوظات۔

۸......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے خطبات وتالیفات۔

۹......تربیت السالک حضرت تھانوی قدس سرّہٗ۔

۱۰......مکاتیب رشیدیہ، حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ۔

نوٹ: جن حضرات کو کسی شیخ کی طرف سے اجازت ملی ہو وہ ان آخری دو کتابوں کا ضرور مطالعہ کریں۔

محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

۲۸/۱/۱۴۴۱ھ

(۵)

k

طلباء اور کم عمر لڑکوں کی بیعت وسلوک سے متعلق اکابر کی رائے اور احقر کا مکتوب

تمہید:

جو طلباء ابھی علم دِین حاصل کرنے میں مصروف ہوں یا لڑکے کم عمر ہوں انہیں اوراد ووظائف اور اشغال ومراقبات کی تعلیم دینا سخت مُضر ہے۔اس موضوع پر تذکرۃ الرشید جلد دوم ص۸۴،۸۵ پر''اخذ بیعت'' کے عنوان سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی طویل عبارت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ جب دیوبند میں زیر تعلیم تھے اس وقت انہوں نے حضرت گنگوہیؒ کی زیارت کی تو ان کے دِل میں حضرت گنگوہیؒ کی غیر معمولی عقیدت ومحبت پیدا ہوئی۔اس عقیدت کے تحت انہوں نے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا:

> ''جب تک علم سے فراغ نہ ہوجاوے اُس وقت تک ایسا خیال وسوسہ شیطانی ہے۔''(ص۸۴)

بلکہ مولانا ولایت حسین صاحب جب طالب علمی سے فارغ ہوکر گنگوہ حاضر ہوئے اور تحریری طور پر بیعت درخواست کی تو حضرت گنگوہیؒ نے ان سے شروع میں

فرمایا، اس وقت نہ بیعت جائز ہے اور نہ نافع ہے۔ پھر جب وہ رخصت ہونے لگے تو فرمایا:

یہ سب شیطانی دھوکے ہیں کہ مشغلہ علم سے باز رکھ کر اوراد ووظائف کی طرف مشغول کرتا ہے۔ تم نے حدیث میں پڑھا ہے کہ شیطان پر ہزار عابد سے ایک عالم زیادہ بھاری ہے۔ جاؤ اور کتب درسیہ پڑھاؤ۔

تذکرۃ الرشید ص:۹۰ ج ۲)

اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ نو عمری اور جوانی میں توبہ کر کے تقویٰ (یعنی گناہوں سے بچنا) اور جسمانی محنت کا راستہ اختیار کرنا تو عین سنت کے مطابق ہے لیکن جوانی میں بزرگ بننے کی کوشش کرنا بلکہ اس کا خیال کرنا بھی روحانی طور پر نقصان دِہ ہے اور جسمانی طور پر بھی سخت مضر ہے۔ جوانی کے دنوں میں جسمانی محنت کرنا، ہل چلانا، تجارت کرنا، مزدوری ملازمت کرنا، بکریاں چرانا، رزق حلال کمانے کے لئے کوشش کرنا تو مفید ہے (۱) لیکن بزرگ بن کر گدّی پر بیٹھ جانا جسمانی طور پر اپنے آپ کو وقت سے پہلے بوڑھا کرنا ہے، لہٰذا جوان کو جوان رہنا ہی بہتر ہے نہ کہ ضعیف اور بزرگ بننا...... نیز جب جوانی میں بزرگ بننے کی کوشش کی جاتی ہے یا وظائف واوراد واذکار کے انوار کی طرف توجہ کی جاتی ہے تو یہ جوان لازماً تکبّر، عجب اور مخدومیت کا شکار ہو جاتا ہے اور شیطان کے لئے تر نوالہ ثابت ہوتا ہے۔ جوانی میں آدمی کو والدین، بزرگوں، رشتہ داروں بیوی بچوں اور متعلقین کا خادم بننا چاہئے اسے اُن سب کی خدمت کرنی چاہئے چہ جائے کہ یہ شخص خود مخدوم بن کر بیٹھ جائے اور سب

(۱) بکریاں چرانا، ہاتھ سے یعنی محنت کر کے رزق حلال کمانا، تجارت کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے، نبوّت انہیں اکثر چالیس سال کی عمر کے بعد عطا کی جاتی ہے۔ کیونکہ مشکلات سے گذر کر ہی آدمی مقتدا بن سکتا ہے۔

خاندان والے اس نوجوان کی عزّت اور خدمت کریں؟ مخدوم بننے کی صورت میں عُجب اورتکبّر کی مُہلک بیماریوں سے بچنا تقریباً ناممکن ہے اس لئے جوانی میں خدمت اورمحنت کا راستہ اختیار کرنا ہی بہتر اور محفوظ طریقہ ہے۔ (۱)

اسی لئے احقر اُن نوجوان ساتھیوں کو جو زمانۂ طالب علمی میں بزرگ بننا چاہتے ہیں اوراحقر سے رجوع کرتے ہیں، یہ خط اُنہیں ارسال کرتا ہے۔

احقر کا مکتوب k

عزیز مکرم سلّمکم اللہ تعالیٰ وعلّمکم ما نفعکم وجعلکم خیر خلف السلف الصالحین الکرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اصلاحی مکاتبت کے سلسلہ میں احقر کی طرف رجوع کیا ہے۔آپ کا جذبہ قابل قدر ہے "شَابٌ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ الله" عرش کے سایہ میں ہوگا۔اللہ تعالیٰ آپ کواور مجھ جیسے کو بھی عرش رحمٰن کا سایہ نصیب فرمائے۔آمین۔

البتہ اپنے تجربہ اوراکابر علماء خصوصاً حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی قدس سرّ ہما کی تحریرات اور ارشادات کی روشنی میں گذارش ہے کہ یہ وقت آپ کے علم حاصل کرنے کا ہے اس وقت میں آپ پوری محنت علم دین حاصل کرنے میں خرچ کریں۔ اسی میں آپ کی دنیا اور آخرت کا فائدہ ہے۔آپ کے والدین نے بھی مدرسہ میں اسی مقصد کے لئے بھیجا ہے۔اس لئے فی الحال صرف اورصرف علم دین حاصل کرنے پر توجہ دیں۔البتہ درج ذیل چیزوں کا اہتمام اپنے اوپر لازم کرلیں۔

---

(۱) البتہ اس کلیہ سے بعض صورتیں مستثنیٰ ہوجاتی ہیں، مثلاً کسی بڑے بزرگ سے بطورِ برکت بیعت کرنا یا حاضری اور محبت کا تعلق رکھنا۔۱۲محمود

۱......پانچ وقت نماز باجماعت ہر حال میں (الا یہ کہ آپ معذور ہوں)

۲......روزانہ ایک پارہ تلاوت قرآن۔یعنی ہر ماہ میں ایک قرآن لازماً ختم کریں۔

۳......مناجات مقبول یا الحزب الاعظم کی روزانہ ایک منزل پڑھ لیا کریں۔

۴......جامعہ دارالعلوم کراچی کی (جامع مسجد میں) جو اصلاحی مجالس اور دروس ہوتے ہیں، یا آپ کے علاقہ میں کسی بزرگ کا اصلاحی بیان ہوتا ہو، کوشش کر کے ان میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوں۔

۵......محنت اور مشقت کی زندگی اپنائیں۔اپنا کام خود کیا کریں۔مخلوق کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں۔

۶......ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کریں۔اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کریں۔خواہ دن میں کتنی مرتبہ ہی توبہ کیوں نہ کرنی پڑے۔

۷......ایک اچھا مسلمان، محنتی طالب علم اور جوانِ صالح بننے کی کوشش کریں۔جوانی میں بزرگ بننے سے بچیں کیوں کہ اس کا نقصان ہوتا ہے۔

نوٹ: یہ سب کام اگر پابندی سے آپ کرتے رہیں اور دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کر لیں تو انشاء اللہ جلد اور بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔

والسلام

محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

مطابق ۲۱/مارچ ۲۰۱۲ء

(٦)

k

طالبات اور خواتین کی بیعت وسلوک سے متعلق درخواست پر احقر کا خط

نیک دِل طالبات اور دیندار خواتین کسی کو بزرگ سمجھ کر اس کی طرف زبانی یا تحریری طور پر رجوع کرتی ہیں، اُن کا دینی جذبہ بالعموم قابل قدر ہوتا ہے، اور انہیں دینی رہنمائی کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ یہ سب خواتین قابلِ احترام اور پاک دامن، اور سادہ دِل ہوتی ہیں، اللہ رسول کی محبت اور اپنی آخرت کی تیاری کی وجہ سے رجوع کرتی ہیں......مگر عام طور سے مرد ایسے پاک دامن صاف دِل نہیں ہوتے مردوں کے دِل دماغ میں شہوانی اور جنسی خیالات بآسانی آجاتے ہیں، نفس اور شیطان انہیں شہوانی اور جنسی خیالات کی طرف بآسانی راغب کردیتا ہے اور وہ دھیرے دھیرے گناہ کی طرف بڑھنے شروع ہوجاتے ہیں......خواتین میں محبت یا نفرت کا جذبہ غالب اور شدید ہوتا ہے، خواتین طبعی طور پر محبت کرتی ہیں اور محبت ہی کی خواہشمند ہوتی ہیں۔ مگر یہ محبت کہاں تک اللہ رسول کی محبت ہے اور کس مرحلہ پر جاکر اجنبی مرد کی محبت میں تبدیل ہوجاتی ہے، سادہ دِل ہونے کی وجہ سے اس کا خود انہیں بھی اندازہ نہیں ہوتا جب کہ مرد محبت کا مطلب وہی سمجھتا ہے جو اُس کا نفس اور شیطان اُسے سمجھاتا ہے اس

لئے کسی بھی مرحلہ پر جا کر دنوں سخت گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا مبتلا ہو سکتے ہیں اور صراطِ مستقیم اور سلوک الی اللہ کے بجائے گناہوں کی دلدل کی طرف بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں خاص طور پر کنواری خواتین یا وہ خواتین جو اپنے گھر یا گھر والوں سے نالاں ہوں نامحرم مرد سے اُن کی جائز محبت بہت جلد ناجائز محبت میں تبدیل ہو سکتی ہے اور انہیں خود اس کا اندازہ بھی نہیں ہو پاتا۔ اس لئے تمام اکابر نامحرم خواتین سے دینی تعلق رکھنے میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ حضرت تھانویؒ کسی خاتون کا دینی خط بھی صرف اس وقت قبول کرتے تھے جب اس پر اس کے شوہر کے دستخط ہوں یعنی اس خاتون کا وہ خط اس کے شوہر کی نگاہ سے گذر چکا ہو۔

احقر کا طویل عرصہ سے دارالافتاء سے تعلق ہے وہاں مختلف واقعات نظروں کے سامنے گذرتے رہتے ہیں اور یہ کہ کس طرح بعض مشائخ کا خواتین سے دینی تعلق آہستہ آہستہ ناجائز تعلق میں تبدیل ہوا سامنے آتے رہتے ہیں۔ خود احقر کو کبھی بھی اپنے شرارتی نفس پر بھروسہ نہیں ہوسکا اس لئے احقر خواتین سے ذاتی طور پر ہمیشہ معذرت کر دیتا ہے اور ایک تحریر شدہ خط انہیں بھیج دیتا ہے۔

یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ اگر گھر کے سربراہ اور گھر کے ذمہ دار مردوں کا کسی بزرگ اللہ والے سے اصلاحی تعلق ہو تو اس گھر کے بچوں اور خواتین کی دینی اصلاح وتربیت خود ہوتی رہتی ہے اور بچوں اور خواتین کو علیحدہ سے بیعت وارشاد کی ضرورت نہیں رہتی، لہٰذا اگر گھر کے تمام مرد حضرات اکابر علماء ومشائخ سے تعلق رکھیں اور حکمت وموعظہ حسنہ کے ساتھ زندگی گذاریں تو گھر کی خواتین کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ بہر حال کچھ عرصہ قبل مدارس بنات کی طالبات اور کچھ خواتین کی طرف سے مجھے خطوط موصول ہونے شروع ہوئے کہ ہم آپ سے اصلاحی تعلق قائم کرنا

چاہتی ہیں، احقر نے ایک جواب تحریر کیا، جو ہر ایک خط کے جواب میں بھیجا جاتا رہا
، جو یہ ہے:

احقر کا مکتوب

عزیزہ سلّمہا اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کا دینی جذبہ قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم نافع عطا فرمائے اور آپ کو دنیا وآخرت میں عافیت کے ساتھ بہترین زندگی عطا کرے۔ آمین

آپ ابھی نوعمر ہیں آپ کا اس طرح خط وکتابت کرنا مناسب نہیں۔ آپ دلجمعی سے دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کریں تا کہ آپ کی دنیا وآخرت درست ہو اور تعلیم آپ کے لئے دنیا وآخرت میں مفید ثابت ہو۔ جب آپ بڑی ہو جائیں شادی شدہ ہوں اُس وقت شوہر کی اجازت کے ساتھ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کرسکتی ہیں۔ فی الحال آپ درج ذیل چیزوں کا اہتمام کریں۔

۱......نماز اوّل وقت میں ادا کرلیا کریں۔ نماز میں کوتاہی نہ ہو۔

۲......قرآن مجید کی تلاوت ضرور کیا کریں۔ بہتر ہے کہ روزانہ ایک پارہ ہو۔

۳......مناجات مقبول عربی یا اردو کی دعائیں ایک منزل روزانہ ضرور پڑھا کریں۔

۴......دُنیا کے ہُنر مثلاً کھانا پکانا، سلائی، کڑھائی وغیرہ جو آپ کی اگلی زندگی میں کام آئیں ضرور سکھ لیں ورنہ عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔

۵......اپنا کام اور اپنے گھر کے کام خود کرنے کی کوشش کریں کسی کی محتاج نہ بنیں۔

۶......والدین اور قریب ترین محارم کو راحت پہنچانے کی کوشش کریں۔ کسی کے لئے اذیّت یا تکلیف کا باعث نہ بنیں۔ اس کا بہت گناہ ہے، اور بڑی نحوست کی بات ہے۔

۷......شکر کا اور دُعا کا بہت اہتمام رکھیں۔ جو نعمت نظر آجائے اس پر فوراً شکر ادا کریں اور جو کچھ مانگنا ہو اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں۔ ہاتھ اٹھا کر بھی اور چلتے پھرتے بھی......والسلام

دُعا گو

محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

۲۱ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ

۲۲ راپریل ۲۰۱۴ء

(۷)

k

بیعت کے وقت کا خطبہ اور عہد بیعت

احقر نے بحمد اللہ جن جن بزرگوں کے دست مبارک پر ترتیب وار بیعت کی اُن کے اسماءِ گرامی منسلکہ بیعت کی تحریر میں درج ہیں اِن سب حضرات کے دست مبارک پر بیعت کا مقصد بحمد اللہ اپنی اصلاح تھا۔ پھران بزرگوں میں سے تین حضرات نے احقر کو اجازت بیعت بھی عطا فرمائی حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرّہٗ کی طرف سے اجازتِ بیعت کو تو اب چالیس سال کے لگ بھگ ہو رہے ہیں لیکن احقر کو اپنی حالت کسی درجہ میں معلوم ہے اور اپنی روحانی خرابیوں کا اندازہ ہے اس لئے آگے لوگوں کو بیعت کرنے کا خیال بھی دِل میں نہیں آتا تھا۔ اب بھی احقر اصلاحی تعلق کی درخواست تو اکثر قبول کر لیتا ہے تاکہ مجھے اپنی اصلاح میں مدد ملے مگر بیعت کا سلسلہ بہت کم ہے اور کچھ عرصہ پہلے تک یہ بالکل نہیں تھا اور آنے والے سب حضرات کی حقیقی مصلحت کا خیال رکھ کر انہیں اپنے اکابر کی طرف بھیجتا تھا یا مُعاصر اہلِ خیر کی طرف انہیں متوجہ کر دیتا تھا لیکن احقر کے قریب ترین نسبی اور روحانی بزرگ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم العالی نے ایک مرتبہ احقر کو تنبیہ کی کہ بزرگوں نے تم پر اعتماد کیا ہے لہٰذا اس امانت کو آگے منتقل کرنا چاہئے اس کے بعد سے احقر نے

چند حضرات کو بیعت کیا اور قرآن وحدیث اور اکابر کے طریق کو دیکھ کر بیعت کے لئے کچھ کلمات منضبط کئے جو آنے والے صفحہ پر درج ہیں۔ البتہ یہ بات سو فیصد واضح رہنی چاہئے کہ بیعت مقصود نہیں اصلاح مقصود ہے بیعت صرف مستحب ہے جبکہ ظاہر و باطن کی اصلاح فرض ہے۔

بیعت نامہ

خطبۂ مسنونہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومنُ به ونتوكلُ عليه، ونعوذ بالله من شرورِأنفسناومن سيّئاتِ أعمالنا، من يهدهِ الله فلا مضلَّ له، ومن يضلله فلا هادى له، ونشهدأن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، نشهد أن سيدنا ومولا نا محمداً عبده ورسوله ، صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله وأصحابه وبارك وسلّم تسليماً كثيراً كثيراً ، أما بعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ صدق الله العظيم۔

عہدِ بیعت

میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنی آخرت درست کرنے کی خاطر اپنے مرشد محمود

اشرف کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور اپنے مرشد کے ذریعہ ان کے تمام اکابر و مشائخ کے سلسلہ میں داخل ہوتا ہوں، یعنی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت حاجی محمد شریف صاحبؒ، حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحبؒ، حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی صاحبؒ، حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ، حضرت نواب قیصر صاحبؒ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے سلاسل اربعہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ میں داخل ہوتا ہوں، جن کا سلسلہ اشرفیہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضراتِ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہوتا ہوا رحمت عالم سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

میں بیعت کرتا ہوں، پچھلے تمام گناہوں سے سچّی توبہ کرتا ہوں اور خلوص دِل سے عہد کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کروں گا، چوری نہیں کروں گا، زنا نہیں کروں گا، اولاد کو قتل نہیں کروں گا، کسی پر کوئی بہتان نہیں لگاؤں گا، کسی نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کروں گا اور تمام کبیرہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کروں گا، خاص طور پر غصّہ، تکبّر، عُجب اور حسد اور ریاء سے مکمل طور پر پرہیز کروں گا، اگر کوئی غلطی ہوئی تو فوراً سچّی توبہ کر کے اس کی تلافی کروں گا۔

میں عہد کرتا ہوں کہ اپنی استطاعت کی حد تک تمام فرائض و واجبات اپنے اپنے وقت پر پوری ہمّت سے ادا کروں گا، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا پورا پورا اہتمام کروں گا اور پوری کوشش کروں گا کہ کسی کا میرے ذمّہ کوئی حق باقی نہ رہے۔

میں سابقہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور شریعت کے احکام کے مطابق پاکیزہ زندگی گزارنے کا پکّا عہد کرتا ہوں، یا اللہ میری توبہ قبول فرما، میں نے جو عہد کیا ہے اس پر قائم رہنے کی توفیقِ کامل عطا فرما اور مجھے اس سلسلہ کے تمام اکابر کی برکات

نصیب فرما، آمین اللّٰھُم آمین ، یارَبّ العالمین، وصلی اللہ علی سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد وآلہٖ وصحبہٖ أجمعین۔

(۸)

k

احقر کا سلسلۂ بیعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جہاں مجھ ناچیز کو اپنے وقت کے جیّد اکابر علماء اور فقہاء سے پڑھنے ،علم دین حاصل کرنے اور قرآن وسنت سمجھنے کے لئے ان کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کرنے اوران کی طویل صحبت کی سعادت نصیب فرمائی وہاں اکابر اولیاء اللہ مشائخ صوفیہ سے بیعت کی سعادت بھی نصیب ہوئی ، یہ انہی اکابر ومشائخ کی جوتیوں کی صدقہ ہے کہ مجھ جیسے شدید نفس امّارہ رکھنے والے شخص سے بھی الحمدللہ کچھ دینی خدمات کا ظہور ہوا، البتہ جو خیر ظاہر ہوتی ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور میرے اساتذہ ومشائخ کی برکات ہیں اوراس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آدمی کتنا ہی خراب کیوں نہ ہوا گرا کابر کے ساتھ جُڑا رہے تو وہ محروم نہیں رہتا۔

احقر کو ترتیب وار جن اکابر مشائخ سے باضابطہ بیعت وتعلق کی سعادت حاصل ہوئی ان میں سے پہلے چار مشائخ ،حضرت حکیم الامت مجدّ دالملّت کے براہِ راست خلفاء ہیں جبکہ باقی تین وہ ہیں جنہیں حضرت تھانویؒ سے خلافت نہیں تھی لیکن انہیں حضرت تھانویؒ کے زمانہ میں اُن کے دست مبارک پر بیعت اوران کے ساتھ اصلاحی تعلق کی دولت نصیب ہوئی تھی اور بعد میں حضرت تھانویؒ کے اکابر خلفاء نے انہیں

بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی۔

واضح رہے کہ جب تک احقر کے شیخ حیات رہے احقر نے انہیں ہی اپنا سب کچھ سمجھا اور صوفیاء کے طریق پر ''وحدت مطلب'' پر یقین رکھا کہ جو کچھ ملے گا وہ انہی کے قدموں سے ملے گا، ان کے علاوہ کسی سے رجوع کرنے کا واہمہ بھی بحمداللہ احقر کو نہیں ہوا البتہ جب ان کا انتقال ہوگیا اور کچھ عرصہ گذرنے کے بعد شیخ کی ضرورت محسوس ہوئی اور اپنے امراض کے علاج اور تعلق مع اللہ کی حفاظت وتقویت کے لئے زندہ بزرگ سے رجوع کرنا ضروری سمجھا تو اپنی دانست میں جس زندہ بزرگ کو اپنا محسن ومشفق خیال کیا پہلے ان سے اصلاحی تعلق قائم کیا پھر ان کی عظمت ومحبت دِل میں بیٹھنے کے بعد کسی موقعہ پر ان کے ہاتھ پر بیعت بھی ہوگیا ان اکابر مشائخ کے اسمائے گرامی اگلے صفحہ پر درج ہیں

احقر محمود اشرف غفراللہ لہٗ

اتوار ۵/شوال ۱۴۴۰ھ

۹/جون ۲۰۱۹ء

احقر کے مشائخ عظام اور مختصر معلومات[1]

احقر کی پہلی بیعت

حضرت اقدس سیدی ومرشدی ومربی ومحسنی وجدّی وأبی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدّس اللہ سرّہٗ ۔خلیفہ ارشد حکیم الامّت حضرت تھانویؒ قدس اللہ سرّہٗ

(تاریخ وفات ۱۱رشوال ۱۳۹۶ھ ۶راکتوبر ۱۹۷۶ء)

بیعت

دورۂ حدیث سے فراغت اور دوسالہ تدریس کے بعد جب احقر بغرضِ تعلیم مدینہ منوّرہ جارہا تھا اس سے پہلے کراچی میں اپنے دادا قدس سرّہٗ کے ہاتھ پر اس بیعت کا شرف حاصل ہوا، ۲۸رشوال ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۴رنومبر ۱۹۷۳ء بوقت گیارہ بجے صبح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں دست بدست تنہا بیعت کا شرف نصیب ہوا خاندان میں شاید احقر واحد شخص ہے جسے حضرت دادا رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کرکے اس پر احسان فرمایا۔اپنے اس پہلے پوتے پر حضرتؒ کی شفقت بے حساب تھی۔احقر کو بعد میں جو کچھ ملا وہ سب دادا کی دُعاؤں اور نسبت اور ان کی جوتیوں کے صدقہ سے ملا۔

دوسری بیعت

حضرت اقدس سیدی ومرشدی ومربی ومحسنی حضرت اقدس حاجی محمد شریف

(۱) یہ معلومات احقر کی ایک ذاتی ڈائری میں درج ہیں وہاں سے نقل کی جارہی ہیں۔۱۲محمود

صاحب قدس اللہ سرّہٗ۔خلیفۂ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرّہٗ۔

(تاریخ وفات جمعرات ۱۹؍رجب ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۱؍اپریل ۱۹۸۵ء)

☆ بیعت بذریعہ خط (بیعت عثمانی) ۳۱؍دسمبر ۱۹۸۱ء ش

☆ تنہا دست بدست بیعت ملتان میں بدھ کے دن ۱۰؍فروری ۱۹۸۲ء ش

☆ تجدید بیعت ہمراہ مولانا محمد محترم فہیم عثمانیؒ ۲۹؍مئی ۱۹۸۴ء ش (ملتان میں)

یہ حقیقت ہے کہ اس ناکارہ پر حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرّہٗ کی وہ شفقت وعنایت رہی جس کے شکر سے قلم اورزبان عاجز ہے۔اوران کے احسانات کا احقر حق ادانہیں کرسکتا۔احقر بارہا ملتان حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوااور کئی کئی دِن حضرت کے گھر میں رِہ کراُن کی عنایات وتوجّہات اور حضرتؒ کے احسانات سے بہرہ ور ہوتا رہا۔اُن کا وجود مبارک احقر کے لئے شیخ ومربی بھی تھااور دادا رحمۃ اللہ علیہ کا بدل بھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔حضرتؒ کی طرف سے احقر کواجازت بیعت بھی عطا کی گئی۔

تیسری بیعت

حضرت اقدس سیدی ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ عارفی قدس اللہ سرّہٗ،خلیفۂ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرّہٗ۔

(تاریخ وفات،جمعرات ۱۵؍رجب ۱۴۰۶ھ-۲۷؍مارچ ۱۹۸۶ء)

☆ بیعت بمقام اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس مال روڈ لاہور۔

۱۳؍ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ، جمعرات ۲۶؍دسمبر ۱۹۸۵ء سوا آٹھ بجے صبح۔

نوٹ

احقر کی اس دست بدست بیعت میں احقر کے اکابرمیں سے دواساتذہ عمّی ومربّی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور حضرت استاذ مولانا مشرّف علی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تجدید بیعت کے طور پر ہمراہ شرکت فرمائی۔

چوتھی بیعت

مرشدی ومربی ومحسنی مسیح القلوب حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی قدس اللہ سرّہٗ

(تاریخِ وفات، ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۳؍نومبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ)

☆ بیعت بروز بدھ بوقت اشراق ساڑھے سات بجے صبح یکم ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ مطابق ۵؍نومبر ۱۹۸۶ء۔

نوٹ

یہ چند حضرات کی اجتماعی بیعت تھی جس میں احقر کو عمّی ومحسنی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم، حافظ شفقت علی صاحبؒ، حاجی صولت علی صاحب، محمد سالم صاحب اور مزید چند حضرات کی رفاقت کے ساتھ بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، حضرتؒ کی جوتیوں کی برکت سے قدیم تصوّف سے آگاہی نصیب ہوئی۔ حضرتؒ کے بھی احقر پر بہت احسانات رہے۔ بہت حاضری وصحبت کا شرف نصیب ہوا۔ انڈیا جلال آباد حضرت رحمہ اللہ کی خانقاہ اور گھر میں بھی ایک ہفتہ قیام کی سعادت ملی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

پانچویں بیعت

حضرت اقدس مرشدی ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی قدس اللہ سرّہٗ

خلیفۂ ارشد حضرت مولانا مفتی محمد حسن نوّر اللہ مرقدہٗ ودیگر اکابر۔

(تاریخ وفات، ۱۳؍ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹؍فروری ۲۰۰۰ ش)

☆ بیعت ۲۷؍رجب ۱۴۱۶ھ بروز بدھ مطابق ۲۰؍دسمبر ۱۹۹۵ ش

بمقام کراچی برمکان ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب مدظلہم، صبح پونے دس بجے

ہمراہ حضرت مفتی عبدالرؤف صاحب زید مجدہم۔

☆ تجدید بیعت اجتماعی، ۱۶؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۹۶ء بروز اتوار بمقام کراچی، ہمراہ مفتی عبدالرؤف صاحب، الحاج محمد کلیم صاحب، عزیزم مولوی عباد اشرف سلمہٗ اور دیگر کئی حضرات۔

☆ حضرتؒ کی طرف سے احقر کو اجازتِ بیعت بھی عطا کی گئی، احقر ایک مرتبہ سکھر حاضر ہوا، پھر کراچی تشریف آوری کے موقعہ پر حاضری کی سعادت ملتی رہی۔ نیز مدینہ منوّرہ حاضری میں بھی صحبت و زیارت کا شرف ملتا رہا۔

چھٹی بیعت

حضرت اقدس محسنی و مشفقی حضرت نواب عشرت علی صاحب قیصر قدس اللہ سرّہٗ

خلیفۂ ارشد حضرت مولانا فقیر محمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ و دیگر اکابر

انتقال: بروز ہفتہ، ۵؍صفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۱ء)

☆ دست بدست بیعت بر مکان حضرت والا، جوہر روڈ آدم جی نگر، بعد نمازِ عصر ساڑھے چھ بجے، بروز پیر ۲۲؍رجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۳۰؍ستمبر ۲۰۰۲ء۔

اس بیعت کے فوراً بعد اُسی وقت حضرتؒ نے اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی۔ اور فرمایا کہ مجھے بھی حضرت مولانا مسیح اللہ شروانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح بیعت کے فوراً بعد اجازت عطا فرمائی تھی۔

☆ اس کے بعد ایک مرتبہ عزیزم مولوی عباد اشرف سلمہٗ کے ہمراہ اور پھر ایک مرتبہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ تجدید بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ حضرت نواب قیصر صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ کراچی میں مقیم تھے اس لئے ان کی خدمت میں حاضری اور معیّت و صحبت کی سعادت بار بار نصیب ہوئی۔ حضرت کی جوتیوں کی برکت سے

سکینت وطمانینت کی وہ دولت ملی جس کے بیان سے عاجز ہے، جزاھم اللہ تعالیٰ خیراً۔

۷......گذشتہ چھ حضرات کی رحلت کے بعد احقر نے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تحریری طور پر اصلاحی تعلق قائم کیا ان کی طویل ومدید شفقت احقر پر بچپن سے رہی ہے، احقر نے دو مرتبہ کراچی سے لاہور حاضری کے موقعہ پر زبانی بیعت کی درخواست کی مگر انہوں نے اپنے بارے میں تواضع کے کلمات اور احقر کی ہمت افزائی کے طور پر ایسے ارشادات فرمائے کہ جنہیں نقل کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔

أولئك آبائي فجئني بمثلهم
إذا جمعتنا يا جرير المجامع

خاک پائے بزرگاں

احقر محمود اشرف غفراللہ لہٗ

۵/شوال ۱۴۴۰ھ
۹/جون ۲۰۱۹ء

(۹)

k

احقر کے اساتذۂ کرام

حفظ وقرآءت، دارالعلوم الاسلامیہ لاہور۔

۱......حضرت قاری افتخار احمد قیصر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ کی ابتداء کی پھر

۲......حضرت قاری رونق علی صاحب مدظلہم کے پاس حفظ کی تکمیل ہوئی۔

۳......حضرت قاری عبدالعزیز شوقی رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ مشق کرنے، جمال القرآن پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

درسِ نظامی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد

۱......خوش نویسی اپنے والد ماجد سے سیکھی نیز فارسی ادب کی کتابیں کریما، پندنامہ اور گلستان اپنے والد ماجد مولانا محمد زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ سے دکان ادارہ اسلامیات میں پڑھیں وہ کاؤنٹر پر بیٹھتے تھے احقر ان کے پاس جا کر سبق لیتا تھا۔ پھر گلستان جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں بھی مولانا مقبول الرحمٰن قاسمیؒ سے پڑھنے کا موقعہ ملا۔

۲......دارالعلوم الاسلامیہ میں حضرت مولانا محبّ النبی صاحب مدظلہم سے ابتدائی اسباق میزان الصرف وغیرہ سے ابتداء کی۔ پھر اگلے سال جامعہ اشرفیہ منتقل ہوا۔

۳......حضرت مولانا مقبول الرحمان قاسمی (قاضی آزاد کشمیر) ابتدائی دور میں احقر کے محبوب استاذ تھے جن کے نظم وضبط اُن کے وقار اور اندازِ تدریس سے احقر سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ ان سے درسِ نظامی کے ابتدائی تین سالوں میں جو کتاب پڑھی وہ اسی وقت محفوظ ہوگئی۔ گلستان والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ چکا تھا مگر مولانا

مرحوم سے بھی دوبارہ پڑھی پھر ان حضرات کی برکت سے یہ سب فارسی کتابیں پڑھانے کا بھی موقعہ نصیب ہوا۔

۴......حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ حضرت مفتی محمد حسن قدس سرّہٗ

۵......حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی۔

۶......حضرت مولانا نور محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

۷......حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۸......حضرت مولانا وکیل احمد صاحب شروانی رحمۃ اللہ علیہ۔

جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن تا ۱۹۷۰ء ش

۹......حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

(جامع ترمذی)

۱۰......حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

(صحیح بخاری)

۱۱......حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

(ابوداؤد)

۱۲......حضرت مولانا محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت تھانویؒ وحضرت مدنیؒ

(طحاوی)

۱۳......حضرت مولانا عبدالرحمان اشرفی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

(صحیح مسلم)

۱۴......حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۵......حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعاً

تخصص فی الافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۹۷۱ء ایک سال

۱......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرّہٗ

۲......حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت تک کراچی دارالعلوم ہی میں استاذ الحدیث تھے۔

۳......حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ۔

۴......حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم۔

۵......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

جامعہ اشرفیہ لاہور میں دوسال تدریس کے بعد ۱۹۷۳ء/آخر ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۵ء کی ابتداء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ میں تقریباً ڈیڑھ سال تعلیم کے لئے حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس دوران درج ذیل حضرات سے تلمّذ نصیب ہوا۔

۱......الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔

۲......الشیخ الدکتور محمد الطحان صاحب تیسیر مصطلح الحدیث

۳......الشیخ الدکتور محمودؒ میرا

۴......الشیخ الدکتور عبدالمحسنؒ بن حمد العباد

۵......الشیخ الدکتور محمد الوائلی

۶......وغیرھم من العلماء والدکاترہ

نیز مسجد نبوی میں حضرت الشیخ عطیہؒ سالم اور الشیخ عبدالقادرؒ شیبۃ الحمد کے دروس میں شرکت رہی۔

نیز مدینہ منوّرہ میں اس وقت جو اکابر مقیم تھے ان کی مجلس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اُن میں

۱......حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرّہ کی خدمت میں بعد نمازِ عصر بار بار حاضری نصیب ہوئی۔ مسجد نبویؐ کے قریب مدرسہ علوم شرعیہ میں حضرتؒ کا قیام تھا۔

۲......حضرت مولانا محمد آفتاب عالم صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ۔

۳......حضرت مولانا عبدالحق صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالغفور مدنیؒ کبھی کبھار۔

۴......حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کے پاس، تبلیغی مرکز مسجد نور میں حاضری نصیب ہوئی۔

۵......حضرت مولانا عبدالقدوس صاحبؒ رباط بنگال۔

۶......حضرت قاری بشیر احمد صاحب مدظلہم اور اُن کے گھر میں رہائش پذیر حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ سے الحمدللہ بہت گہرا تعلق رہا۔

دیگر اکابر اور اصحابِ فن سے استفادہ

لاہور میں ہمارا گھر ''کاشانۂ زکیؒ'' اور دکان ''ادارہ اسلامیات'' ہمیشہ علماء اور مشائخ کے لئے اہم مرکز رہے، حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اور دادا مفتی اعظم پاکستان کی نسبت کی وجہ سے اکابر کی تشریف آوری ہوتی تو ہمیں بھی زیارت وصحبت کا موقعہ ملتا پھر بعض اکابر کی خدمت میں احقر کی حاضری بھی ہوتی رہی اور ان کی دعائیں ملتی رہیں، ان میں:

۱......حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، جو ہمارے پڑوس قصر سخاوت میں قیام فرماتے تھے۔

۲......حضرت سید نفیسؒ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بار بار اور بکثرت حاضری وصحبت کا شرف بہت ملا، اُن سے بہت کچھ سیکھا۔

۳......حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری وصحبت کا

شرف بھی بہت ملا، اُن کی شفقت ناچیز پر بہت رہی۔

۴......حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب شیرانوالہ گیٹ لاہور۔

۵......حضرت مولانا اجمل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور۔

ہمارے گھر میں بطورِ مہمان قیام فرمانے والے حضرات

۱......احقر کے نانا حضرت مولانا محمد مبین خطیبؒ جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد اور معاون وخادم تھے دیوبند کی عیدگاہ کے خطیب تھے جہاں دیوبند کے تمام اکابر واصاغر عیدین کی نماز انہی کی امامت میں ادا کرتے تھے وہ آخر حیات میں ہمارے گھر میں مقیم رہے، احقر نے ان سے بہت کچھ سیکھا، ہمت، سادگی، جفاکشی، تواضع واخلاص میں وہ اپنے استاذ ومرشد حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا نمونہ تھے۔

ہمارے گھر میں بطورِ مہمان قیام فرمانے والے حضرات میں:

۲......احقر کے سگے ماموں حضرت مولانا محمد متین خطیب جو اپنی ہمشیرہ یعنی میری والدہ سے ملنے آتے رہتے تھے اور ناظم آباد کراچی کی عیدگاہ کے خطیب تھے۔

۳......حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (دوبار)

۴......جناب مولانا ظفر احمد انصاری صاحبؒ، ممبر قومی اسمبلی (مستقل مہمان)

۵......جناب ماہر القادریؒ صاحب، مدیر ماہنامہ فاران (مستقل مہمان) شامل ہیں۔

ویسے بھی لاہور میں ہمارا گھر، کراچی اور دیوبند کے مہمانوں کے آنے جانے سے آباد رہتا تھا، خاندان کے تقریباً سب حضرات والد صاحب کے گھر ہی میں قیام فرماتے تھے والد صاحب مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے والدہ رحمہا اللہ نے چھ بچوں کے مسائل اور اُن کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ سب مہمانوں کے اکرام اور میزبانی میں کبھی کوئی کمی نہیں کی رحمہا اللہ تعالیٰ۔

ہماری دکان ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

یہ دکان لاہور اور بیرون لاہور کی اہم شخصیات کا مرکز تھی عصر سے عشاء تک علماء اور شعراء کی آمد ہوتی، ان کا مجمع رہتا، مجلس جمتی۔ شورش کاشمیری (مرحوم)، مولانا کوثر نیازی مرحوم اور حبیب جالب تو بکثرت آنے والوں میں شامل تھے ان کے علاوہ معروف صحافی اور دانشور حضرات، جناب مصطفیٰ صادق، جناب مجیب الرحمان شامی، جناب الطاف حسن قریشی، جناب اشفاق احمد تلقین شاہ، ڈاکٹر محمد اجمل ماہر نفسیات، جناب کلیم عثمانیؒ، جناب نظر امروہویؒ۔ جناب ہوش ترمذی وغیرہ اور دوسرے اصحابِ فن اور اصحابِ دانش آتے رہتے اور ہم ان کی اداؤں شاعری اور انکی ادبی گفتگو سے محظوظ اور مستفید ہوتے رہتے تھے۔

لاہور میں پاک ٹی ہاؤس کے بعد ہماری دکان سیاست دانوں، صحافیوں، شعراء اور ادیبوں کا سب سے بڑا مرکز تھا شاید ہی کوئی نامور ادبی شخصیت اور عالم دین ہو جس کی ملاقات اور قریبی استفادہ کا ہمیں موقعہ نہ ملا ہو۔ جناب مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحبؒ جناب مولانا مودودی صاحبؒ، مولانا ابوبکر غزنویؒ، جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور ان جیسے مشاہیر کو بہت قریب سے دیکھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقعہ ملا، ان حضرات کی دکان کے علاوہ ہمارے گھر بھی تشریف آوری ہوئی ہے ان سب سے ملاقات کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ ان سب سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کا موقعہ ملا۔ الحمدللہ اب بھی دورانِ تدریس اپنے طلبہ ساتھیوں سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کی خیر میرے لئے مقدر فرمائیں اور احقر کی نجات کا ذریعہ بنائیں آمین۔

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

۸/ شوال ۱۴۴۰ھ

۱۲/ جون ۲۰۱۹ء

(۱۰)

k

احقر کی زندگی کا اہم سانحہ

۲۳/ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۶/اگست ۲۰۱۸ء کو احقر کی زندگی کا بڑا سانحہ یہ ہوا کہ میرے بڑے بیٹے عزیز القدر حافظ قاری مولوی حماد اشرف سلمہٗ ۳۸ سال کی عمر میں چند یوم کی علالت کے بعد لاہور میں دُنیا سے رخصت ہوگئے، جبکہ احقر کراچی میں تھا، لاہور جا کر مرحوم کے جنازہ میں شریک ہوا، اِنا للہ واِنا الیہ راجعون۔ مرحوم نے حفظِ قرآن، تجوید اور ابتدائی تعلیم جامعہ دارالعلوم کراچی میں حاصل کی پھر آگے کی تعلیم دورۂ حدیث تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں حاصل کی۔ جامعہ اشرفیہ میں تدریس کا بھی موقعہ ملا، بچوں کے لئے اردو انگریزی کی عمدہ مفید کتابیں مرتب کرنے اور طبع کرنے کی انہیں سعادت ملی جو اُن کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

قارئین سے دُعا مغفرت کی خصوصی درخواست ہے۔

محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

۱۴۴۰/۱۲/۲۰ھ
شمسی 22-08-2019

البلاغ ماہِ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ میں احقر کے بیٹے مرحوم کے بارے میں یہ اطلاع شائع ہوئی تھی۔

دُعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ الحدیث ومفتی حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا حماد اشرف عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ، ۲۳/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ (۶/اگست ۲۰۱۸ء) پیر کے روز لاہور میں اچانک انتقال کرگئے۔ إنالله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شئ عنده بأجل مسمىٰ، پیر اور منگل کی درمیانی رات میں اس حادثے کی اطلاع ملی۔ منگل کی صبح نمازِ فجر کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے حاضرین کو اس سانحے سے آگاہ فرماتے ہوئے مرحوم کے لئے دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی تلقین فرمائی۔ پھر مرحوم کے لئے کامل مغفرت و بلندیٔ درجات کے لئے دُعا فرمائی، نیز پسماندگان بالخصوص والد محترم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب عثمانی مدظلہم کے لئے بھی دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو صحت وسلامتی عطا فرمائے۔ اور اس سانحہ کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

منگل کے دِن صبح گیارہ بجے دارالعلوم اسلامیہ لاہور میں حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے جواں سال مرحوم صاحبزادے کی نماز جنازہ پڑھائی، جس میں اعزہ واقرباء وعلماء کرام کے علاوہ دیگر حضرات بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ وہیں کے مقامی قبرستان میں جہاں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور اہلیہ محترمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ وغیرہ مدفون ہیں، مرحوم کی تدفین کی گئی۔

نیز اسی شمارہ البلاغ ماہِ محرم الحرام میں احقر کی طرف سے یہ اشتہار بھی شائع ہوا۔

حادثۂ فاجعہ

میرا بڑا بیٹا حافظ قاری مولوی حماد اشرف عثمانی سلّمہٗ تین ہفتوں کی معمولی علالت کے بعد بروز پیر ۲۳/ ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۶/ اگست ۲۰۱۸ء اللہ تعالیٰ کو پیارا ہوا، ۷/ اگست کی صبح مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں رشتہ دار، مدرسہ کے استاذہ اور طلبہ کے علاوہ لاہور اور بیرون لاہور سے آنے والے علماء اور صلحاء نے کثیر تعداد میں شرکت کی، جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً پھر کریم بلاک کے قبرستان کے گیٹ نمبر ۵ کے دروازہ کے قریب دائیں جانب ان کی تدفین ہوئی۔

إنا لله وإنا إليه راجعون، رحمه الله تعالىٰ وغفرله وتقبل الله حسناته وتجاوز عن سيّئآته، وأسكنه في جنة الفردوس، أكرم الله تعالىٰ نزله، ووسّع مدخله وأسكنه في فسيح جنّاته، أللهم أبدله داراً خيراً من داره، وأهلًا خيراً من أهله، وزوجاً خيراً من زوجه ، وقاه الله عزوجل من فتنة القبر وأدخله في عليين بفضله تعالىٰ وجُوده ورحمته وكرمه فإنه أرحم الراحمين ۔

اس حادثہ پر اکابر اور احباب نے کثیر تعداد میں خطوط، صوتی پیغامات اور تحریری پیغامات کے ذریعہ تعزیت کی اور دُعائیں کیں، اُن میں سے اکثر کا جواب احقر نہ دے سکا، اب اس تحریر کے ذریعہ میں اور میرے اہلخانہ ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے

مرحوم کی مغفرت، بلندیٔ درجات اور ہمارے لئے صبرِ جمیل کی دُعا کی جو مرحوم کے لئے نافع اور ہمارے لئے دِل کی تسلّی کا باعث ہوئی، جزاھم اللہ تعالیٰ أحسن الجزاء من عندہ، قارئین البلاغ سے دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی عاجزانہ درخواست ہے۔

احقر محمود اشرف غفراللہ لہٗ

خادم طلبہ وخادم دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

جمعۃ المبارک ۱۹؍ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۱؍اگست ۲۰۱۸ء

(۱۱)

k

کچھ تلافی مافات

احقر کی طلب معافی کی ایک تحریر جو احقر نے کچھ ماہ قبل اپنے اکابر اصاغر اور احباب کو بھیجی تا کہ احقر کی مغفرت کا کچھ سامان ہو سکے۔

محمود اشرف
۱۲/۱۱/۱۴۴۰ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَهُوَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَهْلِ بَیْتِهٖ أَجْمَعِیْنَ. أَمَّابعد!

آج ۷/شعبان ۱۴۴۰ھ ہے۔ چاند کے مہینہ کے اعتبار سے یہ میری پیدائش کا مہینہ اور تاریخ ہے، آج سے ستّر (۷۰) سال پہلے ۷/شعبان ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۴/مئی ۱۹۵۱ء بروز پیر میری پیدائش ہوئی تھی، اس طرح قمری مہینوں کے اعتبار سے احقر کی عمر آج ستّر سال پوری ہوگئی ہے، جبکہ شمسی مہینوں کے اعتبار سے تقریباً ۶۸/سال۔ مگر شریعت نے شرعی احکام میں چاند کے مہینوں کا اعتبار کیا ہے۔ اکابر تو اپنی عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر آخرت کی تیاری شروع کر دیتے تھے۔

”چہل سال عمر عزیزت گذشت“

جبکہ احقر کو اللہ تعالیٰ نے ستّر سال کی مہلت دی ہے، رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

"أَعْمَارُ أُمَّتِيْ مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ، إِلىٰ السَّبْعِيْنَ، وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوْزُ ذٰلِكَ"(۱) أو كما قال صلى الله عليه وسلم۔

کہ میری امت کے لوگوں کی عمریں ساٹھ سال سے ستر سال کے درمیان ہوں گی، اور کم ہی وہ لوگ ہوں گے جو اس سے آگے بڑھیں۔ احقر کے والدِ مرحوم اور والدہ رَحِمہما اللہ تعالیٰ پچاس سال کی عمر میں دُنیا سے چلے گئے، احقر کا مرحوم بیٹا حماد اشرف غفراللہ لہٗ صرف اڑتیس سال اس دُنیا میں رہا، احقر کو اللہ تعالیٰ نے بہت مہلت دی، نعمتوں کی بارش برستی رہی، مگر آخرت کی تیاری کی اب تک توفیق نہیں ہوئی، اب جب قبر کی منزل سامنے نظر آنے لگی ہے، تو فکر ہے کہ دُنیا کی زندگی تو لشتم پشتم دن بھر کے کاموں کے نمٹانے میں ہی گذر گئی، صبح سے شام تک روزمرہ کی گھریلو مصروفیات، مدرسہ کی ملازمت اور دکان کی دیکھ بھال کی دنیوی مصروفیات ایسی رہیں کہ شام تو تھک کر کسی نیکی کے قابل نہ رہتا، اور خوابِ غفلت میں رات گذرتی رہی، اب آخرت کا کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا کچھ سرمایہ نجات نہیں ہے۔

والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد کم عمر پانچ چھوٹے بہن بھائیوں کی ذمہ داری میرے سر آگئی تھی، ان کی تعلیم وتربیت اور شادیوں کی ذمہ داری رہی، ان کے حقوق میں کہاں کہاں کوتاہی ہوئی، اس کی بہت زیادہ فکر ہے، کیوں کہ یہ چھوٹے بہن بھائی میرے پاس امانت تھے، اس کے بعد جب اُن سے فارغ ہوا تو پہلی اہلیہ کے گھر چھوڑ کر چلے جانے کی وجہ سے چار معصوم بچوں کی ذمہ داری مجھ پر آگئی، یہ چاروں بچے بہت کم عمر تھے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی امانت تھے، ان معصوم بچوں کا حق پورا ادا نہ کرسکا، جس کا ہمیشہ طبیعت پر بڑا اثر رہتا ہے۔

اس کے علاوہ قریبی رشتہ دار، سسرالی رشتہ دار، اقرباء کے ساتھ تعلقات رہے،

---

(۱) سنن ابن ماجه- دار إحياء الكتب العربية ۲/۱۴۱۴) باب الأمل والأجل۔

پہلے جامعہ اشرفیہ میں انیس (۱۹) سال ملازمت کرتا رہا، اس کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی میں تیس (۳۰) سال سے ملازمت جاری ہے، اس دوران ان مدارس کی انتظامیہ اور اساتذہ اور طلبہ کے حقوق میں غلطیاں ہوتی رہی ہوں گی، جن کی فکر ہے، طلبِ رزقِ حلال کی وجہ سے میں پہلے ادارہ انارکلی، پھر ادارہ مال روڈ کے شعبہ طباعت میں جو پہلے انارکلی کی سائکل مارکیٹ کے ایک دفتر میں تھا، کام کرتا رہا، پھر ادارہ کراچی میں کام کیا، ان دکانوں کے ملازمین سے تعلقات رہے، پھر کاروبار میں شریک دونوں بھائیوں، مسعود اشرف، سعود اشرف صاحبان کے حقوق ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں اور اب تک جاری ہیں، غرض زندگی بھر اتنے سارے لوگوں کے اتنے قریبی حقوق مجھ سے وابستہ رہے جن کی ادائیگی میں غلطیاں، کوتاہیاں یقینی لگتی ہیں۔

اسی طرح بہن بھائیوں کی شادیاں کروائیں، پھر اپنے بچوں کی شادیاں کروانے کی نوبت آئی، اور ان سب کے سسرال والوں سے معاملات مجھے طے کرنے پڑے، ان میں کیا کیا غلطیاں ہوتی رہیں، اس کے علاوہ خود احقر کے اپنے سسرالی رشتہ داروں سے ہر طرح کے تعلقات رکھنے پڑے۔ پھر احقر کا اپنا خاندان بڑا خاندان ہے، ددھیالی بھی ننھیالی بھی۔ ان میں اکابر کی بڑی تعداد سے تعلق رہا، ان کے اداءِ حق میں کوتاہی رہی۔ پھر اصاغر اور ہم عصر رشتہ داروں سے ہمہ جہتی تعلقات رہے، کس کا حق ادا ہوا؟ کس کا نہیں؟ کہاں کہاں کوتاہیاں ہوتی رہیں، اس طرح ستّر سالہ تعلقات کی اتنی زیادہ جزئیات ہیں جواب یاد آنی بھی مشکل ہیں، مگر یہ سب اچھے برے اعمال میرے اعمالنامہ میں محفوظ ہوگئے ہیں، ان سب کی بہت زیادہ فکر ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ طلبِ معافی اور ادائے حقوق کے سلسلے میں یہ تحریر لکھ دوں، اور ان سب اہلِ حق سے اجتماعی طور پر معذرت کرکے ان سے لوجہ اللہ معافی طلب کرلوں، تاکہ احقر کی قبر اور آخرت کی منزل آسان ہوجائے، اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہ سکوں۔

لٰہذا اس تحریر کے ذریعہ اپنے بہن بھائیوں، بیوی بچوں، اور قریبی اور دور کے رشتہ داروں، اکابر واصاغر اور ہم عصر ساتھیوں سے نیز جن مدارس ومساجد سے تعلق رہا، ان کے انتظامی ذمہ داروں، اساتذہ، طلبہ، مقتدی حضرات، ملازمین وغیرہ سب سے معافی کی عاجزانہ درخواست ہے اور یہ گذارش ہے کہ:

۱......اگران کا کوئی مالی حق میرے ذمہ بقایا ہے تو ازراہِ عنایت وہ مالی حق اور اس کی تفصیل مجھے بتادیں، تاکہ اگر میرے لئے اس کی ادائیگی ممکن ہو تو احقر اس کی جلد از جلد ادائیگی کرسکے۔

۲......احقر نے اپنی زبان یا قلم یا اپنے ہاتھ، یا اپنے رویّہ سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہو، خواہ وہ غیبت کی شکل میں ہو یا کسی اور صورت میں، اگر وہ مجھ سے اس کا بدلہ لینا چاہیں تو اس دُنیا میں مجھ سے بدلہ لے کر حساب بے باق کرلیں، اور اگر لوجہ اللہ معاف کرنا چاہیں تو لوجہ اللہ معاف کردیں، احقر دِل سے شکر گذار ہوگا۔ اور اگر احقر کو اس معافی سے مطلع کردیں، تو احقر زبانی یا تحریری طور پر شکریہ بھی ادا کرے گا۔ اور ان کیلئے دُعا گو بھی ہوگا۔

۳......قبر اور آخرت کی آسانی اور دارین میں عافیت ومغفرت کی دعاء کا بہت محتاج ہوں، لٰہذا احقر کی مغفرت کے لئے دُعا کردیں تو میں ان کا احسان مند ہوں گا، اس تحریر کے پڑھنے کے بعد جب کبھی میرا خیال آئے، اگر اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کریں کہ ''یا اللہ اُس پر رحم فرما، اُسے معاف فرمادے، اور اُس کی مغفرت فرمادے'' تو آپ کا احسان عظیم ہوگا۔ وَأَجْرُکُمْ عَلَی اللّٰہِ تعالیٰ

أَفْقَرُ الْعِبَادِ إِلیٰ رَحْمَۃِ اللّٰہِ تعالیٰ

محمود اشرف غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ

۷/شعبان/۱۴۴۰ھ
۱۳/اپریل/۲۰۱۹ء